جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ۬ؕ

القران الحکیم ۲:۲۵۸

AHMADIYYA MUSLIM COMMUNITY USA
100
1920–2020 CENTENNIAL

النور

صلح۔تبلیغ۔امان ۱۳۹۹ ہش
جنوری۔فروری۔مارچ ۲۰۲۰ء

Pioneers of Ahmadiyya Muslim Community in America

AHMADIYYA
MUSLIM COMMUNITY
United States of America

Muslims who believe in the Messiah
Mirza Ghulam Ahmad of Qadian

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
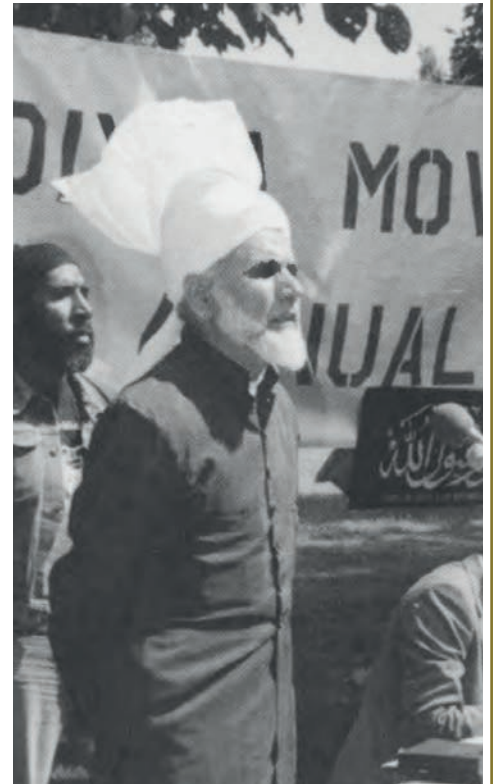
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّــاصر

وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا
رَبِّ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا
وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ

امام جماعت احمدیہ

اسلام آباد۔ یوکے
HM – 06-02-2020

مکرم امیر صاحب جماعت احمدیہ امریکہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے جماعت احمدیہ امریکہ کے قیام کو سو سال پورے ہونے پر اظہار تشکر کا دن منانے کے لئے جماعت امریکہ کے نام پیغام بھجوانے کی درخواست کی تھی۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ آج سے ٹھیک ایک سو سال پہلے 15 فروری کو امام الزماں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا جو پیغام لے کر وہاں گئے اور جس روح اور جذبے سے انہوں نے کام کیا اور بہت سی سعید روحوں کو اسلام احمدیت میں داخل کیا افسوس کے ان کے بعد وہ نسلیں احمدیت سے دور چلی گئیں اور جماعت سے سنبھالی نہیں گئیں۔ اس پس منظر میں اس موقع پر ایک تو میرا آپ کو یہ پیغام ہے کہ آپ بھی آج اسی جذبہ اور روح کے ساتھ ایک بار پھر امریکن قوم کو اسلام احمدیت کا پیغام پہنچانے کے لئے اپنی تمام تر استعدادوں کے ساتھ مصروفِ عمل ہو جائیں اور دوسرے ان سعید روحوں کی وہ نسلیں جو پہلے ہم سے سنبھالی نہیں گئیں انہیں تلاش کر کے واپس لائیں اور ان سے رابطہ کر کے ان کو دوبارہ احمدیت کی آغوش میں لائیں جس طرح کہ میں نے گزشتہ ایک سفر کے دوران پہلے بھی وہاں کے ان ابتدائی احمدیوں کی نمائش میں لگی تصویریں دیکھ کر آپ لوگوں کو ان سے رابطے کرنے کا کہا تھا۔ اس لئے اب یہ 100 سال صرف گزرے ہوئے 100 سال منانے کے لیے نہ ہوں بلکہ ایک نئے جذبے کے ساتھ احمدیت کی تعلیم اور تبلیغ کو پھیلانے کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دینے کے ہوں اور حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ والے اس جذبہ اور روح کو اپنے اندر زندہ کر کے سعید روحوں کی تلاش کا کام کرنے کے ہوں تا کہ آئندہ جس جس طرح وہاں جماعت پھیلے اسی طرح اس کی تعلیم اور تربیت کے انتظام بھی ہوتے رہیں۔ اللہ آپ کو اس کی توفیق دے اور ساری امریکن جماعت کو مل کر اس مقصد کے حصول کیلئے محنت اور کوشش کرنے کی ہمت اور طاقت عطا فرمائے تا کہ جلد یہ ملک بھی اسلام احمدیت کی آغوش میں آ کر اللہ اور اس کے رسولؐ کے نور سے منور ہو جائے۔ آمین

والسلام

خاکسار

[signature]

خلیفۃ المسیح الخامس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ — البقرہ ۲۵۸

اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے۔ وہ ان کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

النور

Al-Nur — ریاستہائے متحدہ امریکہ

جلد ۴۱ | صلح تا امان ۱۳۹۹ ہش — جنوری تا مارچ ۲۰۲۰ء — جمادی الاول۔ رجب ۱۴۴۱ ہجری قمری | شمارہ ۱،۲،۳

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝

﴿سورۃ التحریم ۶۶: ۸﴾

اے وہ لوگو جنہوں نے کفر کیا! آج عذر پیش نہ کرو۔ یقیناً تمہیں صرف اُسی کی جزا دی جائے گی جو تم کیا کرتے تھے۔

وَابْتَغِ فِيْمَاۤ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ۝

﴿سورۃ القصص ۲۸: ۷۸﴾

اور جو کچھ اللہ نے تجھے عطا کیا ہے اس کے ذریعہ دارِ آخرت کمانے کی خواہش کر اور دنیا میں سے بھی اپنا معیّن حصہ نظر انداز نہ کر اور احسان کا سلوک کر جیسا کہ اللہ نے تجھ سے احسان کا سلوک کیا اور زمین میں فساد (پھیلانا) پسند نہ کر۔ یقیناً اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔

نگران: ڈاکٹر مرزا مغفور احمد امیر جماعت احمدیہ، ریاستہائے متحدہ امریکہ

مشیر اعلیٰ: اظہر حنیف، مبلغ انچارج، ریاستہائے متحدہ امریکہ

مینیجمنٹ بورڈ: انور خان (صدر)، سیکرٹری اشاعت (سیکرٹری)، محمد ظفر اللہ ہنجرا، سید شمشاد احمد ناصر، سیکرٹری تربیت، سیکرٹری تعلیم القرآن، سیکرٹری امور عامہ، سیکرٹری رشتہ ناتا، انچارج اردو ڈیسک، احمد مبارک، محمد اسلام بھٹی۔

مدیر اعلیٰ: امۃ الباری ناصر

مدیر: حسنیٰ مقبول احمد

ادارتی معاونین: صاحبزادہ جمیل لطیف، صادق باجوہ، امتیاز راجیکی

لکھنے کا پتہ:

Al-Nur@ahmadiyya.us

Editor Al-Nur, 15000 Good Hope Road

Silver Spring, MD 20905

اِس شمارے میں

قرآن کریم

اللہ جسے چاہتا ہے اپنے لئے چُن لیتا ہے

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝

اُس نے تمہارے لئے دین میں سے وہی احکام جاری کئے ہیں جن کا اس نے نوح کو بھی تاکیدی حکم دیا تھا۔ اور جو ہم نے تیری طرف وحی کیا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو بھی تاکیدی حکم دیا تھا، وہ یہی تھا کہ تم دین کو مضبوطی سے قائم کرو اور اس بارہ میں کوئی اختلاف نہ کرو۔ بہت بھاری ہے مشرکوں پر وہ بات جس کی طرف تُو اُنہیں بلاتا ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنے لئے چُن لیتا ہے اور اپنی طرف اُسے ہدایت دیتا ہے جو (اس کی طرف) جُھکتا ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝

اور کسی انسان کے لئے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی کے ذریعہ یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی پیغام رساں بھیجے جو اُس کے اِذن سے جو وہ چاہے وحی کرے۔ یقیناً وہ بہت بلند شان (اور) حکمت والا ہے۔

(سورۃ الشوریٰ ۴۲:۱۴,۵۲)

تفسیر بیان فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام:

"۔۔۔خدا جس کو چاہتا ہے اس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور جو اس کی طرف جھکتا ہے اس کو وہ راہ دکھاتا ہے۔ (ست بچن، روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۲۳۰)

”۔۔۔ کلام اور الہام میں فرق یہ ہے کہ الہام کا چشمہ تو گویا ہر وقت مقرب لوگوں میں بہتا ہے اور وہ روح القدس کے بلائے بولتے اور روح القدس کے دکھائے دیکھتے اور روح القدس کے سنائے سنتے اور ان کے تمام ارادے روح القدس کے نفخ سے ہی پیدا ہوتے ہیں اور یہ بات سچ اور بالکل سچ ہے کہ وہ ظلّی طور پر اس آیت کا مصداق ہوتے ہیں۔ وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰىؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰىۙ (سورۃ النجم: ۴,۵) لیکن مکالمہ الٰہیہ ایک الگ امر ہے اور وہ یہ ہے کہ وحی متلو کی طرح خدائے تعالٰی کا کلام ان پر نازل ہوتا ہے اور وہ اپنے سوالات کا خدائے تعالٰی سے ایسا جواب پاتے ہیں کہ جیسا ایک دوست دوست کو جواب دیتا ہے اور اس کلام کی اگر ہم تعریف کریں تو صرف اس قدر کر سکتے ہیں کہ وہ اللہ جلّ شانہٗ کی ایک تجلی خاص کا نام ہے جو بذریعہ اس کے مقرب فرشتہ کے ظہور میں آتی ہے اور اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ تا دعا کے قبول ہونے سے اطلاع دی جائے یا کوئی نئی اور مخفی بات بتائی جائے یا آئندہ کی خبروں پر آگاہی دی جائے یا کسی امر میں خدائے تعالٰی کی مرضی اور عدم مرضی پر مطلع کیا جائے یا کسی اور قسم کے واقعات میں یقین اور معرفت کے مرتبہ تک پہنچایا جائے۔ بہرحال یہ وحی ایک الٰہی آواز ہے جو معرفت اور اطمینان سے رنگین کرنے کے لئے منجانب اللہ پیرایہ مکالمہ و مخاطبہ میں ظہور پذیر ہوتی ہے اور اس سے بڑھ کر اس کی کیفیت بیان کرنا غیر ممکن ہے کہ وہ صرف الٰہی تحریک اور ربانی نفخ سے بغیر کسی قسم کے فکر اور تدّبر اور خوض اور غور اور اپنے نفس کے دخل کے خدائے تعالٰی کی طرف سے ایک قدرتی ندا ہے جو لذیذ اور پُربرکت الفاظ میں محسوس ہوتی ہے اور اپنے اندر ایک ربّانی تجلّی اور الٰہی صولت رکھتی ہے۔۔۔“

(روحانی خزائن جلد ۵ آئینہ کمالاتِ اسلام صفحات ۲۳۱ تا ۲۳۳)

”۔۔۔ اور اگر کسی کے دل میں یہ وہم گزرے کہ اب جنگلی آدمیوں کو جو بے زبانی کی حالت میں محض اشارات سے گزارہ کرتے ہیں کیوں بذریعہ الہام کے کسی بولی سے مطلع نہیں کیا جاتا اور کیوں کوئی بچہ نوزاد جنگل میں رکھنے سے خدا کی طرف سے کوئی الہام نہیں پاتا۔ تو یہ خدا کے صفات کی ایک غلط فہمی ہے۔ کیونکہ القاآور الہام ایسا امر نہیں ہے کہ جو ہر جگہ بے جا بلا لحاظ مادۂ قابلہ کے ہو جایا کرے۔ بلکہ القا اور الہام کے لئے مادۂ قابلہ کا ہونا نہایت ضروری شرط ہے اور دوسری شرط یہ بھی ہے کہ اس الہام کے لئے ضرورتِ حقہ بھی پائی جائے۔۔۔“

(روحانی خزائن جلد ۱ براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحات ۴۲۷ تا ۴۳۱)

احادیث مبارکہ

اَلَآ اِنَّ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ نَبِیٌّ وَلَا رَسُوْلٌ اَلَا اِنَّہٗ خَلِیْفَتِیْ فِیْ اُمَّتِیْ مِنْ بَعْدِیْ ، اَلَا اِنَّہٗ یَقْتُلُ الدَّجَّالَ وَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَضَعُ الْجِزْیَۃَ ، وَتَضَعُ الْحَرْبُ اَوْزَارُھَا ، اَلَا مَنْ اَدْرَکَہٗ فَلْیَقْرَأْ عَلَیْہِ السَّلَامَ ،

(طبرانی الاوسط والصغیر)

یاد رکھو مسیح موعود اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں۔ یاد رکھو وہ میرے بعد میری اُمّت میں میرا خلیفہ ہو گا۔ ہاں وہ دجّال کو قتل کرے گا۔ صلیب کو پاش پاش کرے گا۔ جزیہ ہٹا دے گا (کیونکہ مذہبی جنگوں کا زمانہ ختم ہو جائے گا اور ملکی لڑائیوں کے انداز بدل جائیں گے) یاد رکھو جو بھی مسیح موعود سے ملاقات کا شرف حاصل کرے وہ میرا اسلام انہیں ضرور پہنچائے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْحَارِثِ بْنَ جَزْءٍ الزُّبَیْدِیِّ ، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ نَاسٌ مِّنَ الْمَشْرِقِ ، فَیُوَطِّؤنَ لِلْمَھْدِیِّ یَعْنِیْ سُلْطَانَہٗ

(ابن ماجہ کتاب الفتن باب خروج المہدی ۴۰۸۸، حدیقۃ الصالحین صفحہ ۷۶۸)

عبد اللہ بن حارث بن جزاء الزبیدی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کچھ لوگ مشرق کی طرف سے نکلیں گے جو مہدی کے لیے تیاری کریں گے یعنی اس کے غلبہ کے لیے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا مَاتَ إِبْرَاھِیمُ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم۔ وَقَالَ إِنَّ لَہٗ مُرْضِعًا فِی الْجَنَّۃِ وَلَوْ عَاشَ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا وَلَوْ عَاشَ لَعَتَقَتْ أَخْوَالُہُ الْقِبْطُ وَمَا اسْتُرِقَّ قِبْطِیٌّ ۔

(ابن ماجہ کتاب الجنائز۔ باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی ابن رسول وذکر وفاتہ، حدیقۃ الصالحین صفحہ ۸۰۱)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ کی وفات ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اُن کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا جنّت میں اس کے لیے دودھ پلانے والی ہے اور اگر وہ زندہ رہتا تو سچا نبی ہوتا اور اگر وہ زندہ رہتا تو اس کے قبطی ماموں آزاد ہو جاتے اور کبھی کوئی قبطی غلام نہ بنایا جاتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننا کیوں ضروری ہے؟

۲۵/اکتوبر ۱۹۰۵ء کو چند مولوی صاحبان مع کچھ طلباء حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ہم نمازیں پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں۔ قرآن اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں۔ آپ کو ماننے کی کیا ضرورت ہے؟ فرمایا:

"انسان جو کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرتا ہے وہ سب موجب معصیت ہو جاتا ہے۔ ایک ادنیٰ سپاہی سرکار کی طرف سے کوئی پروانہ لے کر آتا ہے تو اس کی بات نہ ماننے والا مجرم قرار دیا جاتا ہے اور سزا پاتا ہے۔ مجازی حکام کا یہ حال ہے تو احکم الحاکمین کی طرف سے آنے والے کی بے عزّتی اور بے قدری کرنا کس قدر عدول حکمی اللہ تعالیٰ کی ہے۔ خدا تعالیٰ غیّور ہے۔ اُس نے مصلحت کے مطابق عین ضرورت کے وقت بگڑی ہوئی صدی کے سر پر ایک آدمی بھیجا تا کہ وہ لوگوں کو ہدایت کی طرف بُلائے۔ اس کے تمام مصالح کو پاؤں کے نیچے کُچلنا ایک بڑا گناہ ہے۔" {ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۱۷۴}

فرمایا: "یاد رکھو جو مُجھ سے مقابلہ کرتا ہے وہ مجھ سے نہیں بلکہ اس سے مقابلہ کرتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ اگر ادنیٰ چپڑاسی کی ہتک کی جائے اور اس کی بات نہ مانی جائے تو گورنمنٹ سے ہتک کرنے والے یا نہ ماننے والے کو سزا ملتی ہے اور باز پُرس ہوتی ہے تو پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والے کی بے عزّتی کرنا، اس کی بات کی پروانہ کرنا کیونکر خالی جا سکتا ہے۔" {ملفوظات جلد ۱۰ صفحہ ۴۲۵}

"جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں کچھ حاجت نہیں ہے۔ ہم نماز روزہ کرتے ہیں' وہ جاہل ہیں۔ انہیں معلوم نہیں ہے کہ یہ سب اعمال اُن کے مُردہ ہیں اُن میں رُوح اور جان نہیں اور وہ آ نہیں سکتی جب تک وہ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ کے ساتھ پیوند نہ کریں اور اس سے وہ سیر اب کرنے والا پانی حاصل نہ کریں۔ تقویٰ اس وقت کہاں ہے؟ رسم و عادت کے طور پر مومن کہلانا کچھ فائدہ نہیں دیتا جب تک کہ خدا کو دیکھا نہ جائے اور خدا کو دیکھنے کے لئے اور کوئی راہ نہیں ہے۔" {ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۱۷}

"میرے پاس وہی آتا ہے جس کی فطرت میں حق سے محبت اور اہلِ حق کی عظمت ہوتی ہے۔ جس کی فطرت سلیم ہے وہ دور سے اس خوشبو کو جو سچّائی کی میرے ساتھ ہے سُونگھتا ہے اور اُسی کشش کے ذریعہ سے جو خدا تعالیٰ اپنے ماموروں کو عطا کرتا ہے میری طرف اس طرح کھنچے چلے آتے ہیں جیسے لوہا مقناطیس کی طرف جاتا ہے لیکن جس کی فطرت میں سلامت روی نہیں ہے اور جو مُردہ طبیعت کے ہیں ان کو میری باتیں سُود مند نہیں معلوم ہوتی ہیں۔ وہ ابتلا میں پڑتے ہیں اور انکار پر انکار اور تکذیب پر تکذیب کر کے اپنی عاقبت کو خراب کرتے ہیں اور اس بات کی ذرا بھی پروا نہیں کرتے کہ ان کا انجام کیا ہونے والا ہے۔"

{ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۱۲، ایڈیشن ۱۹۸۴ء}

'خدائے کریم جل شانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا۔۔۔'

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

''پھر خدائے کریم جل شانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی اور ہر ایک شاخ تیرے جدّی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گی، اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کرے گا یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے، ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے اور ان کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کرے گا۔ خدا تیری برکتیں اردگرد پھیلائے گا اور ایک اجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد کرے گا اور ایک ڈراؤنا گھر برکتوں سے بھر دے گا۔ تیری ذریت منقطع نہیں ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ میں تجھے اٹھاؤں گا اور اپنی طرف بلالوں گا پر تیرا نام صفحہ زمین سے کبھی نہیں اٹھے گا اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی اور نامرادی میں مریں گے لیکن خدا تجھے بکلی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ مَیں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس واموال میں برکت دوں گا اور ان میں کثرت بخشوں گا اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے خدا انہیں نہیں بھولے گا اور فراموش نہیں کرے گا اور وہ علیٰ حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسے انبیاء بنی اسرائیل (یعنی ظلی طور پر ان سے مشابہت رکھتا ہے) تو مجھ سے ایسا ہے جیسی میری توحید۔ تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں تیری محبت ڈالے گا یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اے منکرو اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندے کی نسبت شک میں ہو، اگر تمہیں اس فضل و احسان سے کچھ انکار ہے جو ہم نے اپنے بندہ پر کیا تو اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ اور اگر تم پیش نہ کر سکو تو اس آگ سے ڈرو کہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کے لئے تیار ہے۔ فقط''

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۰۳-۱۰۲)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد — بشارت تُونے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد — بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر مجھ کو یہ تُونے بارہا دی — فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

مری اولاد سب تیری عطا ہے — ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے
یہ پانچوں جو کہ نسلِ سیّدہ ہے — یہی ہیں پنج تن جن پر بنا ہے
یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی — فَسُبۡحَانَ الَّذِی اَخۡزَی الۡاَعَادِی

دیئے تُو نے مجھے یہ مہر و مہتاب — یہ سب ہیں میرے پیارے تیرے اسباب
دکھایا تُونے وہ اے ربِّ ارباب — کہ کم ایسا دکھا سکتا کوئی خواب
یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی — فَسُبۡحَانَ الَّذِی اَخۡزَی الۡاَعَادِی

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا — جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دُور اُس مَہ سے اندھیرا — دکھاؤں گا کہ اک عالَم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی — فَسُبۡحَانَ الَّذِی اَخۡزَی الۡاَعَادِی

مری ہر بات کو تُونے جِلا دی — مِری ہر روک بھی تُونے اٹھادی
مری ہر پیش گوئی خود بنادی — تَرٰی نَسۡلًا بَعِیۡدًا بھی دکھا دی
جو دی ہے مُجھ کو وہ کس کو عطا دی — فَسُبۡحَانَ الَّذِی اَخۡزَی الۡاَعَادِی

پیشگوئی مصلح موعود ایک عظیم الشان نشانِ آسمانی ہے جس کو خدائے کریم جل شانہ نے ہمارے نبی کریم ﷺ کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا ہے

پیشگوئی مصلح موعود کی اہمیت اور اس کے حقیقی مصداق حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی سیرت و سوانح

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

۲۲ فروری ۲۰۱۹ء بمقام بیت الفتوح لندن

حضور انور نے فرمایا آج کل جماعت میں یوم مصلح موعود کے حوالے سے جلسے ہو رہے ہیں یعنی اس پیشگوئی کے حوالے سے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو ایک موعود بیٹے کی خبر دی تھی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اس بیٹے کو وہ خاص خصوصیات کا حامل بنائے گا، وہ دین کا خادم ہو گا، لمبی عمر پائے گا اور حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کو آگے چلائے گا۔ یہ پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی ہے یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائیدات اور آپ کی صداقت کا ایک بہت بڑا نشان ہے چنانچہ جو عرصہ اس بچے کی پیدائش کا دیا گیا تھا اس کے مطابق ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو وہ لڑکا پیدا ہوا جس کا نام مرزا بشیر الدین محمود احمد رکھا گیا جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد خلافت کی رداء پہنائی۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ یہ پیشگوئی ایک عظیم الشان نشانِ آسمانی ہے جس کو خدائے کریم جل شانہ نے ہمارے نبی کریم ﷺ کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا ہے۔ خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی خصوصیات کے حامل بیٹے کی پیدائش کی خبر دی۔ ایک ایسے فرزند جلیل کی خبر دی گئی جو عمر پانے والا ہو گا نہایت ذکی اور فہیم ہو گا، صاحب شکوہ و عظمت اور دولت ہو گا، قومیں اس سے برکت پائیں گی، وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا، کلام اللہ یعنی قرآن کریم کا نہایت گہرا فہم اس کو عطا ہو گا اور اس خداداد فہم سے کام لے کر وہ قرآن کی ایسی عظیم الشان خدمت کی توفیق پائے گا کہ کلام اللہ کا مرتبہ دنیا پر ظاہر ہو۔ وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا وہ عالم کباب ہو گا یعنی اس کے دورِ حیات میں ایسی عالمگیر تباہیاں آئیں گی جو سب دنیا کو بھون کر رکھ دیں گی۔ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ فرمایا اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مصلح موعودؓ کے زمانے میں ایسی عالمگیر تباہیاں جنگوں کی صورت میں بھی آئیں دو جنگیں عالمی جنگیں ہوئی اور آفات کی صورت میں بھی آئیں۔ پھر شہرت پانے کا جہاں تک تعلق ہے آپ نے اپنی زندگی میں نئے مشن اور تبلیغی کام کر کے دنیا کے مختلف ممالک میں اسلام کا پیغام پہنچا کر زمین کے کناروں تک شہرت بھی پائی بلکہ اس پیشگوئی کے حوالے سے ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ حضور انور نے حضرت مصلح موعودؓ کی سوانح اور سیرت بیان کرتے ہوئے آپ کی تعلیمی حالت کا نقشہ پیش کیا کہ جس ماحول اور جس اہتمام کے ساتھ ہوئی حضرت مصلح موعودؓ خود فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے میرے استادوں سے کہہ دیا کہ پڑھائی اس کی مرضی پر ہو گی یہ جتنا پڑھنا چاہے پڑھے اگر نہ پڑھے تو اس پر زور نہ دیا جائے کیونکہ اس کی صحت اس قابل نہیں کہ یہ پڑھائی کا بوجھ برداشت کر سکے۔ غرض اس رنگ میں میری تعلیم ہوئی اور میں درحقیقت مجبور بھی تھا کیونکہ بچپن میں علاوہ آنکھوں کی تکلیف کے مجھے جگر کی خرابی کا بھی مرض تھا چھ چھ مہینے مونگ کی دال کا پانی یا ساگ کا پانی مجھے دیا جاتا تھا جگر کے علاج کے لئے۔ پھر اس کے ساتھ تلی بھی بڑھ گئی تھی۔ اسی طرح مجھے ٹانسلز کی شکایت تھی۔ غرض ان حالات سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ میری تعلیمی قابلیت کا کیا حال ہو گا۔

حضور انور نے فرمایا حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ میں اب بھی بہت بد خط ہوں یعنی خط میرا اچھا نہیں ہے تحریر لکھائی میری۔ مجھ سے بعض دفعہ اپنا لکھا ہوا بھی پڑھا نہیں جاتا تھا۔ حضرت خلیفہ اولؓ ہمیشہ مجھے فرمایا کرتے تھے کہ میاں تمہاری صحت ایسی نہیں کہ تم خود پڑھ سکو میرے پاس آجایا کرو میں پڑھتا جاؤں گا اور تم سنتے رہا کرو چنانچہ انہوں نے زور دے کر پہلے قرآن پڑھایا پھر بخاری پڑھا دی۔ یہ نہیں کہ آپ نے آہستہ آہستہ مجھے قرآن پڑھایا بلکہ قرآن کریم کی تفسیر آپ نے دو مہینے میں ختم کرا دی، آپ مجھے اپنے پاس بٹھا لیتے اور کبھی نصف اور کبھی پورا پارہ ترجمہ سے پڑھ کر سنا دیتے۔ کسی کسی آیت کی تفسیر بھی کر دیتے اسی طرح بخاری آپ نے دو تین مہینے میں مجھے ختم کرا دی۔ اسی طرح میں نے آپ سے طب بھی پڑھی اور قرآن کریم کی تفسیر بھی۔ غرض یہ میری علمیت تھی مگر انہی دنوں میں جب یہ کورس ختم کر رہا تھا مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک رؤیا دکھایا جو علم میں ترقی کے بارے میں تھا۔ حضور انور نے فرمایا پس یہ ہے علمی حالت آپ کی جس طرح علم حاصل کیا۔ لیکن آپ کی تقاریر ہم دیکھتے ہیں، آپ کے خطابات، آپ کی تصانیف، آپ کی تفسیر قرآن اس بات کی گواہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو پڑھایا۔ یقیناً یہ بہت بڑا ثبوت ہے اور پیشگوئی کی سچائی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں جو ۱۹۰۶ء کا جلسہ سالانہ ہوا اس میں آپ نے پہلی پبلک تقریر کی۔ اس تقریر کے علم و معرفت کا سامعین پر جو اثر ہوا اور جو ان کی کیفیت تھی اس کا کچھ اندازہ حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکمل صاحبؓ کے ان الفاظ سے ہو سکتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں میں ان کی تقریر خاص توجہ سے سنتا رہا۔ کیا بتاؤں فصاحت کا ایک سیلاب تھا جو پورے زور سے بہہ رہا تھا۔ واقعی اتنی چھوٹی سی عمر میں خیالات کی پختگی اعجاز سے کم نہیں میرے خیال میں یہ بھی حضور علیہ السلام کی صداقت کا ایک نشان ہے۔ حضور انور نے فرمایا اس زمانے میں دینی سرگرمیاں اور جوش اور ذہنی و روحانی نشو و نما یہ بتا رہی تھی کہ پیشگوئی کے الفاظ کہ وہ جلد جلد بڑھے گا، کے آپ ہی مصداق بننے والے ہیں۔ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے جو سیرت لکھی ہے اس میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ نو عمری میں آپ کی تقریر و تحریر کا جو رنگ تھا۔ آپ کے خیالات اور افکار میں ایک بزرگ مفکر کی سی پختگی آچکی تھی آپ کے الفاظ اثر اور جذب اور خلوص اور گداز میں گوندھے ہوئے تھے، کلام تصنع سے نا آشنا تھا اور تحریر تکلف سے پاک تھی۔ تقریر میں ایک طبعی روانی تھی اور تحریر سلاست کا ایک بہتا ہوا دریا تھی۔ دونوں ہی قرآنی علوم اور عرفان کے پانی سے لبریز اور دل و دماغ کو بیک وقت سیراب کرتے تھے

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد ۱۹ سال کی عمر میں آپ نے جو پہلی تقریر کی اس کے متعلق ایک صاحب علم و فضل بزرگ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ فرماتے ہیں۔ اس وقت آپ کی آواز اور آپ کی ادا اور آپ کا لہجہ اور طرز تقریر حضرت مسیح موعودؑ کی آواز اور طرز تقریر سے ایسے شدید طور پر مشابہ تھے کہ اس وقت سننے والوں کے دل میں حضرت مسیح موعودؑ کی یاد تازہ ہو گئی۔ اگر یہ کہنا درست ہے کہ انسان کی روح دوسرے پر اترتی ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت حضرت مسیح موعودؑ کی روح آپ پر اتر رہی تھی اور اس بات کا اعلان کر رہی تھی کہ یہ ہے میرا پیارا بیٹا جو بطور رحمت کے نشان کے دیا گیا اور جس کی نسبت یہ کہا گیا تھا کہ وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہو گا۔

حضور انور نے فرمایا آپ کی سیرت سے متعلق ایک غیر از جماعت صحافی لکھتا ہے کہ صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سے مل کر ہمیں از حد مسرت ہوئی۔ صاحبزادہ صاحب نہایت خلیق اور سادگی پسند انسان ہیں علاوہ خوش خلقی کے کہیں بڑی حد تک معاملہ فہم اور مدبر بھی ہیں۔ صاحبزادہ صاحب کا زہد و تقویٰ اور ان کی وسعت خیالانہ سادگی ہمیشہ یاد رہے گی۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ جو آپ کے بچپن کے اساتذہ میں بھی شامل تھے فرماتے ہیں کہ میں حضرت اولوالعزم مرزا بشیر الدین محمود احمد کو ان کے بچپن سے دیکھ رہا ہوں کہ کس طرح ہمیشہ ان کی عادت حیاء اور شرافت اور صداقت اور دین کی طرف متوجہ ہونے کی تھی اور حضرت مسیح موعودؑ کے دینی کاموں میں بچپن سے ہی ان کو شوق تھا نمازوں میں اکثر حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ جامع مسجد میں جاتے اور خطبہ سنتے۔ بچپن میں ہی آپ کو فطرتاً اللہ کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ خاص تعلق محبت تھا۔

فرمایا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے آپ کی سوانح میں لکھا کہ حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب نے تشحیذ الاذہان میں اپنی ایک دعا کا ذکر کیا ہے جو ۱۹۰۹ء میں آپ نے ایک مضمون رقم فرمایا اس مضمون میں رمضان کی برکات کا ذکر کرنے کے بعد آپ نے لکھا مجھے اس دعا کے پڑھنے سے زور سے تحریک ہوئی کہ اپنے احباب کو بھی اس طرف متوجہ کروں نامعلوم کس کی دعا سنی جائے۔ شاید کسی سعید الفطرت کے دل میں جوش پیدا ہو اور وہ اپنے ربّ کے

حضور میں اپنے لئے اور جماعت احمدیہ کے لئے دعاؤں میں لگ جائے جو کہ میری اصل غرض ہے۔ حضور انور نے وہ دعا بھی پیش فرمائی۔ فرمایا یہ دعا جیسا کہ میں نے کہا۱۹۰۹ء کی ہے جبکہ آپ کی عمر صرف ۲۰ سال تھی اس وقت بھی ایک درد تھا آپ کے دل میں دین کے لئے اور قوم کے لئے اللہ تعالیٰ ہزاروں ہزار رحمتیں نازل فرمائے آپ کے اوپر۔ جو آنحضرت ﷺ کے دین کو پھیلانے اور آپ کے غلام صادق اور مسیح موعود اور مہدی معہود کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے رات دن ایک کر کے اور اپنے عہد کو پورا کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوئے اور ہمیں آپ کی اس درد بھری دعا کو سمجھنے اور کرنے اور احمدی ہونے کے مقصد کو پورا کرنے کی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

(مرتبہ: ایم۔ رشید)

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں خدا تعالیٰ کے وعدے کے موافق مسیح موعود ہو کر آیا ہوں چاہو تو قبول کرو چاہو تو ردّ کر دو

یوم مسیح موعودؑ کے حوالے سے مسیح موعود کے آنے کی ضرورت، زمانے کی حالت اور حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ نیز آپ کی صداقت کے نشانات کا تذکرہ

خلاصہ خطبہ ۲۲؍مارچ ۲۰۱۹ء فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بمقام بیت الفتوح لندن

حضور انور نے فرمایا: ۲۳ مارچ کا دن جماعت میں یوم مسیح موعودؑ کے حوالے سے یاد رکھا جاتا ہے۔ اس وقت میں حضرت مسیح موعودؑ کے ہی کچھ ارشادات پیش کروں گا جن میں آپ نے مسیح موعود کے آنے کی ضرورت، زمانے کی حالت اور اپنے دعوے کے بارے میں بتایا ہے اور مختلف نشانات جو اس سے وابستہ تھے ان کے بارے میں۔ آپ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ ؎

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

پس زمانے کی حالت متقاضی تھی کہ کوئی آئے جو اسلام کی ڈولتی کشتی کو سنبھالے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اسرائیلی سلسلہ کا آخری خلیفہ جو چودھویں صدی پر بعد حضرت موسیٰ آیا وہ مسیح ناصری تھا مقابل میں ضرور تھا کہ اس امت کا مسیح بھی چودھویں صدی کے سر پر آوے۔ علاوہ ازیں صاحب کشوف بزرگوں نے اس صدی کو بعثت مسیح کا زمانہ قرار دیا ہے جیسے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ مسیح کے آنے کی جو علامات تھیں وہ پوری ہو چکی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں خدا تعالیٰ نے بڑا فضل کیا ہے اور اپنے دین اور حضرت نبی کریم ﷺ کی تائید میں غیرت کھا کر ایک انسان کو جو تم میں بول رہا ہے بھیجا تا کہ وہ اس روشنی کی طرف لوگوں کو بلائے۔ حضور انور نے فرمایا پس ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اب اگر اسلام دنیا میں پھیلنا ہے تو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اس فرستادے کے ذریعہ ہی پھیلنا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ کسوف وخسوف نے آنے والے کے وقت کی منادی کر دی۔ یہ خدا کا نشان تھا جو انسانی منصوبوں سے بالکل پاک تھا۔ خواہ کوئی کیسا ہی فلسفی ہو وہ غور کرے اور سوچے کہ جب مقرر کردہ نشان پورا ہو گیا تو ضرور ہے کہ اس کا مصداق بھی کہیں ہو۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ ایک اور نشان یہ بھی تھا کہ اس وقت ستارہ ذوالسنین طلوع کرے گا یعنی وہ ستارہ جو مسیح ناصری کے ایام یا برسوں میں طلوع ہوا تھا اب وہ ستارہ بھی طلوع ہو گیا جس نے یہودیوں کے مسیح کو اطلاع آسمانی طور سے دی تھی۔ اسی طرح قرآن شریف کے دیکھنے سے بھی پتا لگتا ہے کہ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ... یہ ساری قرآن کریم میں پیشگوئیاں ہیں کہ وحشی اکٹھے کئے جائیں گے اس کی تشریح یہ بھی ہے چڑیا گھر قائم ہو گئے یہ بھی ہے کہ تعلیم عام ہو

کے دنیا میں پھیل گئی یہ بھی ہے کہ بعض مقامی لوگوں کو بعض قوموں نے حملہ کر کے ختم کر دیا۔

پھر سمندروں کے ملائے جانے کا بھی ہے لوگوں کے ملائے جانے کا بھی ہے اب آسان ترین رابطے ہو گئے ہیں۔ پھر یہ ہے کہ عورت پر جو اس وقت ظلم ہوتا تھا جس پہ اس کے حقوق مارے جاتے تھے قتل کی جاتی تھی وہ سوال کرے گی کہ کس جرم میں مجھے قتل کیا جارہا ہے۔ صحیفے نشر کئے جائیں گے۔ پریس میڈیا ہے یہ ساری چیزیں ثابت کرتی ہیں کہ یہ زمانہ مسیح موعود کا زمانہ ہے اور قرآن شریف میں اس کی پیشگوئیاں موجود ہیں۔ آپ فرماتے ہیں اس زمانے میں اونٹنیاں بیکار ہو جاویں گی یعنی اس زمانے میں سواری کا انتظام کوئی ایسا عمدہ ہو گا یعنی مسیح کے زمانے میں کہ یہ سواریاں بیکار ہو جائیں گی اس سے ریل کا زمانہ مراد تھا۔ پھر لکھا ہے کہ اس زمانے میں چاروں طرف نہریں نکالی جائیں گی اور کتابیں کثرت سے اشاعت پائیں گی غرضیکہ یہ سب نشان اسی زمانے کے متعلق تھے۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ وہ جگہ جہاں مسیح موعود نے مبعوث ہونا تھا؟ اب رہا مکان کے متعلق سو یاد رہے کہ دجال کا خروج مشرق میں بتایا گیا ہے جس سے ہمارا ملک مراد ہے چنانچہ صاحب حجج الکرامہ نے لکھا ہے کہ فتن دجال کا ظہور ہندوستان میں ہو رہا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ظہور مسیح اسی جگہ ہو جہاں دجال ہو۔ پھر اس گاؤں کا نام کدعہ قرار دیا ہے جو قادیان کا مخفف ہے۔ غرض آنحضرت ﷺ کا اشارہ اسی طرف تھا۔

حضور انور نے فرمایا پھر مزید آپ نشانات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حوادث بھی ایک علامت تھی مختلف قسم کی آفتیں آئیں گی حادثات ہوں گے۔ فرمایا کہ حوادث سماوی نے قحط، طاعون اور ہیضہ کی صورت پکڑ لی۔ طاعون وہ خطرناک عذاب ہے کہ اس نے گورنمنٹ تک کو زلزلے میں ڈال دیا اور اس زمانے میں یہ پانچ چھ سال رہا اور بڑی خوفناک تباہی پھیلائی۔ مامور من اللہ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے ثبوت میں آسمانی نشان دکھاوے فرمایا کہ ایک لیکھرام کا نشان کیا کچھ کم نشان تھا۔ دھرم مہوتسو کے متعلق بھی کئی دن پہلے اعلان کیا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی ہے کہ ہمارا مضمون سب پر غالب رہے گا جن لوگوں نے اس عظیم الشان اور پُر رعب جلسہ کو دیکھا ہے وہ خود غور کر سکتے ہیں کہ ایسے جلسہ میں غلبہ پانے کی خبر پیش از وقت دینی کوئی اٹکل یا قیاس نہ تھا۔ پھر آخر وہی ہوا جیسے کہا گیا تھا۔

فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام جیسے اپنی کوئی شریعت لے کر نہ آئے تھے بلکہ توریت کو پورا کرنے آئے تھے اسی طرح پر محمدی سلسلہ کا مسیح اپنی کوئی شریعت لے کر نہیں آیا بلکہ قرآن شریف کے احیاء کے لئے آیا ہے اس کی تعلیم پھیلانے کے لئے اور اس تکمیل کے لئے آیا ہے جو تکمیل اشاعت ہدایت کہلاتی ہے۔ پس یہ وقت تکمیل اشاعت ہدایت کا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اشاعت کے تمام ذریعہ اور سلسلے مکمل ہو رہے ہیں۔ چھاپہ خانوں کی کثرت ہے پریس بے شمار ہے اور آئے دن اس میں نئی باتوں کا پیدا ہونا زیادہ سہولتیں مل رہی ہیں پریس میں بھی۔ ڈاکخانوں بلکہ جدید ٹیکنالوجی اس میں استعمال ہو رہی ہے۔ ڈاکخانوں تار برقیوں ریلوں جہازوں کا اجراء اور اخبارات کی اشاعت ان سب امور نے مل ملا کر دنیا کو ایک شہر کے حکم میں کر دیا ہے۔ پس یہ ترقیاں بھی دراصل آنحضرت ﷺ کی ہی ترقیاں ہیں کیونکہ اس سے آپ کی کامل ہدایت کے کمال کا دوسرا جزو تکمیل اشاعت ہدایت پورا ہو رہا ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ اب ان تمام امور کو اکیجا کر کے دانشمند غور کرے کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں کیا وہ اس قابل ہے کہ سرسری نگاہ سے اسے رد کر دیا جائے یا یہ کہ اس پر پورے غور اور فکر سے کام لیا جاوے جو کچھ ہمارا دعویٰ ہے کیا یہ صدی کے سر پر ہے یا نہیں اگر ہم نہ آتے تب بھی ہر ایک عقل مند اور خدا ترس کو لازم تھا کہ وہ کسی آنے والے کی تلاش کرتا کیونکہ صدی کا سر آ گیا تھا اور اب تو جبکہ بیس برس گزرنے کو ہیں اور بھی زیادہ فکر کی ضرورت تھی۔ موجودہ فساد اپنی جگہ پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ کوئی شخص اس کی اصلاح کے لئے آنا چاہئے۔

فرماتے ہیں خدا تعالیٰ سے اپنی نمازوں میں دعائیں مانگیں کہ وہ ان پر حق کھول دے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر انسان تعصب اور ضد سے پاک ہو کر حق کے اظہار کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرے گا تو ایک چلہ نہ گزرے گا چالیس دن نہیں گزریں گے کہ اس پر حق کھل جائے گا۔

حضور انور نے فرمایا اب میں حضرت مصلح موعودؓ کے حضرت مسیح موعودؑ کے بارے میں مختلف حوالے پیش کرتا ہوں۔ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ جب مخالفت ترقی کرتی ہے تو جماعت کو بھی ترقی حاصل ہوتی ہے اور جب مخالفت بڑھتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی معجزانہ تائیدات اور نصرتیں بھی بڑھ جاتی ہیں اسی لئے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں جب کوئی دوست یہ ذکر کرتے کہ ہمارے ہاں بڑی مخالفت ہے تو آپ فرماتے یہ تمہاری ترقی کی علامت ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت کے حوالے سے آپ فرماتے ہیں کہ ساری قومیں آپ کی مخالف تھیں مگر آپ نے کسی بات کی بھی پرواہ نہیں کی اور ہمیشہ اپنے دعوے کو پیش فرماتے رہے۔ حضور انور نے ایک حکایت بیان کی، حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں حضرت مسیح موعودؑ یہ حکایت بیان کر کے فرمایا کرتے تھے کہ انبیاء علیہم السلام کا حال بھی اپنے رنگ میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے دنیا ان کو چھیڑتی ہے تنگ کرتی ہے ان پر ظلم و ستم ڈھاتی ہے اور اس قدر ظلم کرتی ہے کہ ان کے لئے زندگی گزارنا مشکل ہو جاتا ہے اور ایک طبقے کے دل میں یہ احساس پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے کہ لوگ ظلم سے کام لے رہے ہیں انہیں نہیں چاہئے کہ ایسا کریں مگر فرمایا وہ بھی دنیا کو نہیں چھوڑ سکتے جب دنیا ان کو نہیں ستاتی تو وہ خود اس کو جھنجھوڑتے اور بیدار کرتے ہیں تاکہ دنیا ان کی طرف متوجہ ہو ان کی باتوں کو سنے ،چاہے وہ کسی طرح سنے۔ مخالفت میں بھی اچھے لوگ نکل آتے ہیں پھر۔

حضور انور نے فرمایا اپنوں اور بیگانوں نے مل کر آپ کو مٹانا اور آپ کو تباہ و برباد کرنا چاہا لیکن ہوا کیا آج آپ کا نام دنیا کے ۲۱۲ ممالک میں لیا جاتا ہے۔ یہ صداقت نہیں آپ کی تو اور کیا ہے۔ حضور انور نے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے بعض نشانات و واقعات بیان فرمائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یقیناً یاد رکھو کہ خدا کے وعدے سچے ہیں اس نے اپنے وعدے کے موافق دنیا میں ایک نذیر بھیجا ہے دنیا نے اس کو قبول نہ کیا مگر خدا تعالیٰ اس کو ضرور قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کرے گا میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں خدا تعالیٰ کے وعدے کے موافق مسیح موعود ہو کر آیا ہوں چاہو تو قبول کرو چاہو تو رد کر دو مگر تمہارے رد کر دینے سے کچھ نہ ہو گا خدا تعالیٰ نے جو ارادہ فرمایا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ حضور انور نے نیوزی لینڈ میں ہونے والے دہشت گردی کے واقعہ کی مذمت اور اظہار افسوس کیا۔ حضور انور نے آخر پر محترم مولانا خورشید احمد انور وکیل المال تحریک جدید قادیان، مکرم طاہر حسین منشی نائب امیر فجی اور مکرم موسیٰ سسکو آف مالی کی وفات پر ان تمام مرحومین کا ذکر خیر کیا اور خدمات کا تذکرہ فرمایا اور نماز جمعہ کے بعد ان مرحومین کی نماز جنازہ غائب پڑھانے کا بھی اعلان فرمایا۔ مرتبہ: ایم۔ رشید

جو خلافت سے وابستہ ، اللہ اور رسولؐ کے حکموں پر عمل ، نمازوں کی حفاظت ، تزکیہ نفس اور تزکیہ اموال ، اطاعت میں اعلیٰ معیار قائم کرتے رہیں گے ،وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنتے رہیں گے

ہمیشہ اس بات کو یاد رکھنا چاہئے کہ خلافت کی طرف سے بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع میں شریعت اور سنت کے مطابق ہی احکام دیے جاتے ہیں اور دیے جاتے رہیں گے

خلاصہ خطبہ فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ۲۴ مئی ۲۰۱۹ء بمقام اسلام آباد ٹلفورڈ یو۔کے

حضور انور نے سورۃ النور کی آیات ۵۲ تا ۵۸ کی تلاوت اور ترجمہ کے بعد فرمایا کہ اس میں آیت استخلاف بھی ہے یعنی وہ آیت جس میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں میں خلافت کا سلسلہ جاری رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس آیت سے پہلے اور بعد کی آیات میں بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت اور حکموں پر عمل کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اگر یہ ہو گا تو پھر اللہ تعالیٰ خلافت کا انعام دینے کا وعدہ پورا فرمائے گا اللہ تعالیٰ خوف کی حالت کو امن میں بدلے گا اور دشمنوں کو ان کے انجام تک پہنچائے گا۔ فرمایا اگر ہم جائزہ لیں تو اکثر موقع پر یہ نظر آئے گا کہ اطاعت کے وہ معیار حاصل نہیں کرتے جو ہونے چاہئیں۔ اگر کسی بات پر عمل کر بھی لیں تو بڑی بے دلی سے عمل ہوتا ہے جو مرضی کے خلاف باتیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کا اتنی بار جو اطاعت کا حکم آیا ہے، خلافت کے جاری رکھنے کے وعدے کے ساتھ، گویا اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ خلافت کا نظام بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات اور نظام کا ایک حصہ ہے۔ پس خلافت کی

باتوں پر عمل کرنا بھی تمہارے لئے ضروری ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکموں میں سے ایک حکم ہے۔ دلی خوشی کے ساتھ کامل اطاعت کے نمونے ہمیں صحابہؓ کی زندگیوں میں کس طرح نظر آتے ہیں۔ فرمایا ایک جنگ میں جنگ کی کمان حضرت خالد بن ولیدؓ کے سپرد کی گئی لیکن حضرت عمرؓ نے کسی وجہ سے ان کو بدل دیا اور عین جنگ کی حالت میں ان کو بدلا گیا۔ تو بہر حال اس حالت میں خلیفہ وقت کا حکم آیا کہ اب کمان حضرت ابو عبیدہؓ کریں گے ان کو دے دی جائے۔ تو حضرت ابو عبیدہؓ نے اس خیال سے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ بڑی عمدگی سے کمان کر رہے ہیں ان سے چارج نہیں لیا لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ نے کہا کہ آپ فوری طور پر مجھ سے چارج لیں کیونکہ یہ خلیفہ وقت کا حکم ہے اور میں بغیر کسی شکوے کے یا دل میں کسی قسم کا خیال لائے بغیر کامل اطاعت کے ساتھ آپ کے نیچے کام کروں گا جس طرح آپ کہیں گے۔ تو یہ اطاعت کا معیار ہے جو ایک مؤمن کا ہونا چاہئے نہ یہ کہ اگر کوئی فیصلہ خلاف ہو جائے تو شکوہ شروع کر دیں۔ کسی عہدے دار کو ہٹا کر دوسرے کو مقرر کر دیا جائے تو کام کرنا چھوڑ دیں۔ جو ایسا کرتا ہے نہ تو اس میں اطاعت ہے نہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہے نہ تقویٰ ہے۔ مجھے پتا لگا ہے کہ بعض صدران ایسے ہیں جنہوں نے جون میں اپنے ٹرم ختم ہونے سے پہلے نئے قاعدے کے مطابق اس لئے کام چھوڑ دیا ہے کہ اب ہم کیوں کام کریں۔ کیا یہ صرف اس لئے کام کر رہے تھے کہ ہم نے مستقل عہدیدار رہنا ہے جو ذمہ داریاں مئی جون کے مہینے میں نبھانی ہوتی ہیں انہوں نے، اس پر توجہ نہیں دے رہے۔ ایک تو ایسی سوچ اپنے دینی کام میں خیانت ہے دوسرے یہ باغیانہ سوچ ہے اور اپنے آپ کو خلافت کی اطاعت کے دائرے سے باہر نکالنے والی بات ہے کیونکہ اب خلیفہ وقت نے اس قاعدے کو منظور کر لیا ہے کہ صدر کی ٹرم چھ سال ہو گی اس لئے ہم بھی اب پوری طرح دلجمعی سے کام نہیں کریں گے۔ پس ایسے لوگوں کو تقویٰ سے کام لینا چاہئے اور خوف خدا کرنا چاہئے۔ پس بیعت کے بعد اپنی سوچوں کو درست سمت میں رکھنا اور کامل اطاعت کے نمونے دکھانا انتہائی ضروری ہے۔

حضور انور نے فرمایا زمانے کے امام نے اپنی بیعت میں آنے والوں کے معیار کے بارے میں فرمایا کہ ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری تعلیم کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اپنی ہمت اور کوشش کے موافق اس پر عمل کرتا ہے لیکن جو محض نام لکھ کر تعلیم کے موافق عمل نہیں کرتا تو یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو ایک خاص جماعت بنانے کا ارادہ کیا ہے اور کوئی آدمی جو دراصل جماعت میں نہیں محض نام لکھوانے سے جماعت میں نہیں رہ سکتا۔ یعنی عملی حالت اگر اس تعلیم کے مطابق نہیں تو صرف نام لکھوا کر جماعت میں شامل ہونے والی بات ہے اور اصل میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ میری نظر میں تو وہ جماعت میں نہیں ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں اس لئے جہاں تک ہو سکے اپنے اعمال کو اس تعلیم کے ماتحت کرو جو دی جاتی ہے اور وہ تعلیم یہ ہے کہ فتنہ کی بات نہ کرو ،شر نہ کرو، گالی پر صبر کرو، کسی کا مقابلہ نہ کرو۔ یعنی لغو اور بیہودہ باتوں میں مقابلہ نہ کرو ان باتوں میں مقابلہ نہ کرو کہ اب فلاں عہدیدار بن گیا تو میں نے اطاعت نہیں کرنی یا مجھے ہٹایا گیا تو میں نے اطاعت نہیں کرنی۔ فرمایا اور جو مقابلہ کرے اس سے سلوک اور نیکی سے پیش آؤ عام معاملات میں بھی روزمرہ معاملات میں بھی لڑائی جھگڑوں میں بھی۔ اگر کوئی مقابلہ ہوتا بھی ہے فضولیات پہ، لغویات پہ تب بھی صرف نظر کرو بلکہ نیکی سے پیش آؤ۔ فرمایا کہ شیریں بیانی کا عمدہ نمونہ دکھاؤ، خوش اخلاقی سے بات کرو، نرم زبان استعمال کرو، اچھا نمونہ دکھاؤ اس کا۔ سچے دل سے ہر ایک حکم کی اطاعت کرو کہ خدا تعالیٰ راضی ہو اور دشمن بھی جان لے کہ بیعت کر کے اب وہ نہیں رہا جو کہ پہلے تھا۔ مقدمات میں سچی گواہی دو۔ اس سلسلہ میں داخل ہونے والے کو چاہئے کہ پوری ہمت اور ساری جان سے راستی کا پابند ہو جاوے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ بڑی پکی قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر تو حکم دے تو ہم یہ کر دیں گے اور وہ کر دیں گے۔ جب حکم دو تو اس پر پورے نہیں اترتے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم زیادہ قسمیں نہ کھاؤ بڑے بڑے وعدے نہ کرو۔ اگر معروف اطاعت کر لو۔ ایسی اطاعت جو عرف عام میں اطاعت سمجھی جاتی ہے تو ہم سمجھیں گے کہ تم نے حکم مان لیا ورنہ صرف منہ کے دعوے ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے عمل سے بھی باخبر ہے اور تمہارے دلوں کی حالت سے بھی باخبر ہے۔ پس عام اطاعت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حق ادا کرو اس کی عبادت بھی سنوار کر کرو۔ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے ہوئے اس کے بندوں کے حق بھی ادا کرو اور جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے جو میں نے ابھی بیان کی ہے کہ ہر قسم کے فتنہ سے بچو ہر قسم کے شر اور لڑائی اور جھگڑے سے بچو۔ اپنے اخلاق عمدہ کرو۔ ایسے اعلیٰ اخلاق ہوں کہ احمدی اور غیر احمدی میں فرق صاف نظر آنے لگ جائے۔ سچائی پر ہمیشہ قائم رہو غرض کہ تمام قسم کی نیکیاں کرنا ضروری ہے اور یہی معروف اطاعت ہے اسی کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اسی بات کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ

السلام نے بھی اسی خواہش کا اظہار کیا اور حکم دیا ہے اپنی جماعت کے افراد کے لئے۔ اور خلافت احمدیہ بھی ان باتوں کے کرنے کی طرف ہی توجہ دلاتی رہتی ہے۔ اور اسی طرح یہ بھی ہے کہ انتظامی معاملات میں بھی کامل اطاعت کا نمونہ دکھاؤ۔ صرف دینی یا روحانی معاملات نہیں۔ اور اس جھگڑے میں نہ پڑو کہ یہ معروف کے زمرے میں بات آتی ہے یا نہیں۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں کے خلاف کوئی بات ہے تو وہ یقیناً غیر معروف ہے۔ پس یہ جو ہم عہد میں دوہراتے ہیں کہ خلیفہ وقت جو بھی معروف فیصلہ کریں گے اس کی پابندی کرنی ضروری سمجھوں گا اس سے ہر ایک اپنی خود ساختہ تشریح معروف فیصلہ کی نہ نکالنے لگ جائے کہ یہ فیصلہ معروف ہے اور یہ نہیں ہے۔ پس ہمیشہ اس بات کو یاد رکھنا چاہئے کہ خلافت کی طرف سے بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع میں شریعت اور سنت کے مطابق ہی احکام دیے جاتے ہیں اور دیے جاتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ اگر اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے ورنہ اس سے ہٹ کر کوئی نجات کا راستہ نہیں ہے۔

حضور انور نے فرمایا اللہ تعالیٰ پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والوں اور نیک عمل کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ کا خلافت جاری رہنے کا وعدہ ہے۔ نیک اعمال ان کے ہی نہیں ہیں جو اپنی صرف عبادتوں کی طرف توجہ دیتے ہیں اور اپنی عبادتیں اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرتے ہیں اور ہر قسم کے شرک سے بچتے ہیں صرف ظاہری شرک نہیں بلکہ دنیاوی خواہشات اور ان کے پیچھے پڑ کر دین کو ثانوی حیثیت دینے کی حالت بھی شرک کی حالت ہے۔ بیشک یہ بہت بڑی نیکیاں ہیں لیکن ساتھ ہی اطاعت جو ہے وہ بہت ضروری ہے۔ پس اگر خلافت کے وقت کا جو وعدہ ہے اس کے فیض سے صحیح فائدہ اٹھانا ہے تو پھر نہ صرف اپنی عبادتوں کی حفاظت کرنی ضروری ہے دنیاوی خواہشات کے شرک سے بچنے کی ضرورت ہے، کامل اطاعت خلیفہ وقت کی کرنی بھی ضروری ہے ورنہ پھر نافرمانوں میں شمار ہو گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مؤمنوں کی جماعت خلافت سے وابستہ رہنے والوں کی جماعت، نمازوں کو قائم رکھنے والی جماعت ہے، نمازوں پر قیام کی طرف توجہ دینے والی ہے، مسجدوں کو آباد کرنے والی ہے اور زکوۃ دینے والی ہے۔ اپنے اموال کا تزکیہ کرنے والی ہے۔ خدا اور اس کے رسول اور اس کے دین کی خاطر مالی قربانیاں دینے والی ہے اور رسول ﷺ کے احکامات اور آپؐ کی سنت پر حتی الوسع عمل کرنے والی ہے اور جب یہ حالت ہوتی ہے پھر

اللہ تعالیٰ ایسے بندوں پر رحم فرماتا ہے۔ پس ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کس حد تک ہم میں اطاعت کا مادہ ہے کس حد تک ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کر رہے ہیں کس حد تک ہم اپنی عبادتوں کو سنوار رہے ہیں کس حد تک سنت پر عمل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کس حد تک ہماری اطاعت کے معیار ہیں یہ جائزے خود ہمیں اپنے آپ سے لینے چاہئیں۔ حضور انور نے حضرت مصلح موعودؓ کے حوالے سے بعض باتیں، چند تاریخی حوالے پیش فرمائے کہ کس طرح جماعت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑا جو ہر ایک کو بے چین کر رہے تھے اور پھر خلافت نے سکون بخشا۔ وہ لوگ جو بعد میں پیغامی یا غیر مبائع خلافت کی بیعت سے ہٹ گئے اور پیغامی یا غیر مبائع کہلائے ان کا پہلے کیا رویہ تھا اور پھر خلافت ثانیہ کے انتخاب کے بعد کیا رویہ تھا۔ کس قسم کے ان کے خیالات تھے پہلے اور پھر بعد میں۔ پھر دشمن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد کس طرح خوش تھا لیکن حضرت خلیفہ اولؓ کے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد کس طرح کھسیاہٹ کا اظہار کیا اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وفات کے بعد مخالفین احمدیت کو ایک اور امید پیدا ہوئی کہ اب جماعت ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کی جماعت کو کس طرح سنبھالا اور پھر کس طرح خوف کی حالت کو امن کی حالت میں بدلا۔ اور جو خلافت کے زیر سایہ جماعت ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب دنیا کے ۲۱۲ ممالک میں قائم ہو چکی ہے۔

حضور انور نے فرمایا انتخاب خلافت خامسہ کے وقت ایک مولوی صاحب کہنے لگے کہ سارا کچھ میں نے دیکھا ہے نظارہ۔ لگتا تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت تم لوگوں کے ساتھ ہے لیکن یہ نشان دیکھ کر بھی ماننے کے بجائے حسد اور مخالفت اور بغض میں بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ تو خلافت سے وابستہ جماعت کو ترقی دے رہا ہے جماعتیں پھیل رہی ہیں دنیا میں اور دور دراز ملکوں میں بیٹھے ہوئے بھی خلافت سے وفا کا تعلق رکھے ہوئے ہیں اور اس میں بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خلافت اور جماعت سے جڑنے والوں کی رہنمائی بھی فرماتا ہے۔ حضور انور نے اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت کے ساتھ ہونے کے بعض واقعات بیان فرمائے جس میں وہ اظہار کرتے ہیں کہ واقعی احمدیوں کا خلیفہ خدا تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے۔ یہ خلافت جو جاری ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور بتاتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے خود ان کی رہنمائی کی۔ اور اس بات کا اظہار

کرتے ہیں کہ کس طرح ان کو احمدیت قبول کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے خلافت سے تعلق پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور کس طرح ان کی ایسی حالتوں کو جہاں وہ انتہائی پریشانی کی حالت میں تھے امن بھی عطا فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا پس جو خلافت سے وابستہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکموں پر عمل کرتے رہیں گے۔ اپنی نمازوں کی حفاظت کریں گے، تزکیہ نفس اور تزکیہ اموال کرتے رہیں گے، اطاعت میں اعلیٰ معیار قائم کرتے رہیں گے، وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنتے رہیں گے۔ پس خلافت احمدیہ کے ذریعہ ہی دنیا اب امت واحدہ بننے کا نظارہ بھی دیکھ سکتی ہے اور اس کے بغیر نہیں۔ پس ہم میں سے ہر ایک کو ہمیشہ دعائیں کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس فیض کو ہم میں ہمیشہ جاری رکھے۔ دعاؤں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم تمام دنیا کو مسلمان بنانے والے ہوں امت واحدہ بنانے والے ہوں اور آنحضرت ﷺ کے جھنڈے تلے لانے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

حضور انور نے فرمایا گزشتہ خطبہ میں جو یہاں مسجد کے افتتاح کا خطبہ تھا اس میں ایک ذکر کرنا میں بھول گیا تھا کہ اس مسجد کی جب بنیاد رکھی گئی تھی، میں کینیڈا کے سفر پہ تھا، تو بہرحال اینٹ پہ دعا کرواکے انہوں نے مجھ سے لے لی تھی اور اس مسجد کی بنیاد ۱۰ اکتوبر ۲۰۱۶ء کو دعاؤں کے ساتھ مکرم عثمان چینی صاحب مرحوم نے رکھی تھی اور اس مسجد کی بنیاد کے ساتھ ہی اس سارے پراجیکٹ کی تعمیر بھی شروع ہوئی تھی اور اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے چینی قوم کا بھی اس میں حصہ ہے اور اس لئے ہمیں دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ چین میں بھی ہمیں اسلام کو جلد پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیں جہاں ان کے درجات کی بلندی کے لئے دعا کرنی چاہئے وہاں چین میں بھی اور دنیا کے ہر ملک میں بھی احمدیت اور حقیقی اسلام کے پھیلنے کے لئے بھی بہت دعائیں کرنی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق دے۔

جمعه کا دن تو عید کا دن ہے اور یہ عید دوسری عیدوں سے افضل ہے۔ کیونکہ اس عید کے لئے سورۃ جمعہ ہےجس میں جمعہ کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ مگر بہت سے لوگ اس عید سے بے خبر ہیں

ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم نے اپنی عبادتوں کے جن معیاروں تک اس رمضان میں پہنچنے کی کوشش کی ہے اس سے نیچے اپنے آپ کو نہ گرنے دیں۔ اپنی نمازوں کے معیاروں کو بھی اونچا کرتے چلے جائیں اپنے جمعوں کی حاضری کو بھی قائم رکھیں۔ ہماری نمازیں ہماری عبادتیں اللہ تعالیٰ کا لقاء حاصل کرنے والی نمازیں اور عبادتیں ہوں

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مورخہ ۳۱ مئی ۲۰۱۹ء بمقام مسجد بیت الفتوح مورڈن یو کے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ ۳۱ مئی ۲۰۱۹ء کو مسجد بیت الفتوح لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو کہ مختلف زبانوں میں تراجم کے ساتھ ایم ٹی اے انٹرنیشنل پر براہ راست نشر کیا گیا۔ حضور انور نے خطبہ کے شروع میں سورۃ الجمعہ آیات ۱۰ تا ۱۲ کی تلاوت اور ترجمہ کے بعد فرمایا کہ آج اس رمضان کا آخری جمعہ ہے اور جیسا کہ عموماً لوگوں کا رجحان ہوتا ہے زیادہ لوگ اور خاص طور پر توجہ سے جمعہ کی نماز پہ حاضر ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ فرمایا ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے جمعوں کی اہمیت کے بارے میں کھول کر بیان فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ جمعہ کی نماز کی طرف بلایا جائے تو کسی قسم کی سستی نہ دکھاؤ بلکہ فوری توجہ دیتے ہوئے جمعہ کی نماز کے لئے حاضر ہو جاؤ چاہے جتنی بھی مصروفیت ہے۔ تجارت کا انتہائی وقت ہے اور اس وقت دنیاوی

کام اور تجارت سے بے توجہگی جو ہے ایک کاروباری آدمی کے لئے لاکھوں کروڑوں کے نقصان پر منتج ہو سکتی ہے تو پھر بھی پرواہ نہ کرو اور دنیا کے لاکھوں کروڑوں کے ممکنہ نقصان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جمعہ پر حاضر ہو جاؤ کیونکہ یہ جمعہ کی نماز کی حاضری اور جامعہ مسجد میں جا کر جمعہ کی نماز ادا کرنا اور امام کا خطبہ سننا تمہارے لئے تمہاری تجارتوں سے کاروباروں سے دنیاوی کاموں سے ہزاروں لاکھوں گنا زیادہ بہتر ہے لیکن اس کا احساس اسے ہی ہو سکتا ہے جو اس کا صحیح فہم اور ادراک رکھتا ہو۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا کہ جمعہ کی نماز کے بعد پھر تمہیں آزادی ہے۔ جاؤ اور اپنے دنیاوی کاموں اور کاروباروں میں بیشک مصروف ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دنیاوی کاموں میں بھی برکت عطا فرمائے گا لیکن یہاں پھر واضح فرما دیا کہ اپنی عبادتوں کو صرف جمعہ تک ہی محدود نہیں رکھنا بلکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنیوالے اس بات کو بھی یاد رکھتے ہیں کہ جمعہ کی نماز کے بعد ہم نے عصر، مغرب اور عشاء کی نماز بھی پڑھنی ہے کہ یہ نمازیں فرائض میں داخل ہیں اور دنیاوی کاروبار ہوں یا دوسری نعمتیں یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ملتی ہیں۔

حضور انور نے فرمایا یہ جمعہ کی پابندی اور اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی عبادت کا حق ادا کرنے کی کوشش صرف رمضان تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ تمام جمعوں کے بارے میں یہ ایک عمومی حکم ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ ایک جگہ جمعہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جمعہ کا دن تو عید کا دن ہے اور یہ عید دوسری عیدوں سے افضل ہے۔ کیونکہ اس عید کے لئے سورۃ جمعہ ہے یعنی سورۃ جمعہ میں جمعہ کی خاص طور پر ادائیگی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ مگر بہت سے لوگ اس عید سے بے خبر ہیں جو عید اللہ تعالیٰ نے ہر ہفتے کو منانے کا حکم دیا ہے۔ اس دن کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی اور سمجھتے ہیں کہ رمضان کے آخری جمعہ پر خاص توجہ سے حاضر ہو کر ہم تمام جمعوں کا ثواب لے لیں گے۔ پس بہت فکر کے ساتھ ہمیں اپنے جمعوں کی حفاظت کرنی چاہئے۔ جس طرح رمضان کے آخری جمعہ کو اہمیت دی جاتی ہے اسی طرح سارا سال کے جمعوں کو اہمیت دینے کی ضرورت ہے۔ فرمایا بہت سے لوگ اس بات کی طرف توجہ نہیں دیتے اور دنیاوی کاروباروں اور دنیاوی دلچسپیوں میں اپنے جمعہ ضائع کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہیں پتا ہونا چاہئے کہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ ان دنیاوی چیزوں اور دولتوں اور دلچسپیوں سے بہت بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ہے جو تمہیں رزق دیتا ہے۔ پس یہ بہت اہم اور ہر مؤمن کے لئے قابل توجہ امر ہے اور خاص طور پر ہم جو اس زمانے کے امام کو مانتے ہیں ہمیں اس طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے۔

حضور انور نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس بات کو سامنے رکھنا ضروری ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے حق ادا کرنے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے تو ہماری پیدائش کا مقصد ہی عبادت مقرر فرمایا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ رمضان کا آخری جمعہ پڑھ کر تم نے میرے حکم کی تعمیل کر دی اور میری عبادت کا حق ادا کر دیا بلکہ یہ فرمایا کہ یہ ایک مستقل عمل ہے جو تم نے اپنی ہوش میں آنے سے لے کر اس دنیا سے رخصت ہونے تک ادا کرنا ہے۔ پس سال کے ایک جمعہ کو ہی کافی نہ سمجھو بلکہ ہر جمعہ ہی اہم ہے۔ فرمایا کہ جب تم جمعوں پر آتے ہو نماز پڑھتے ہو خطبہ سنتے ہو اور اس دوران ذکر الٰہی کرتے ہو تو اس میں ایسے وقت میں ایک ایسی گھڑی آتی ہے جس میں بندہ اللہ تعالیٰ سے جو دعا مانگ رہا ہو اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے حرام کے علاوہ جو بھی مانگے انسان اللہ تعالیٰ اگر اس انسان کو وہ گھڑی میسر کر دے تو وہ دعا قبول کر لیتا ہے اب یہ گھڑی یہ وقت یہ لحہ کسی خاص جمعہ کے لئے نہیں ہے بلکہ ہر جمعہ کے لئے ہے۔ پھر ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے جمعہ کی اہمیت پر توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ ہر وہ شخص جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر جمعہ کے دن جمعہ پڑھنا فرض کیا گیا ہے سوائے مریض کے مسافر کے عورت کے بچے کے اور غلام کے کیونکہ یہ سب مجبور ہیں ان کی بعض مجبوریاں ہوتی ہیں۔ پھر فرمایا کہ جس نے لہو و لعب اور تجارت کی وجہ سے جمعہ سے لاپرواہی برتی۔ اللہ تعالیٰ بھی اس سے بے پرواہی کا سلوک کرے گا۔ پھر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جمعہ کے دن نیکیوں کا اجر کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ پس جب ایک مؤمن اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اس کے حکموں پر عمل کرے جن میں سے ایک حکم جمعہ کے لئے آنا بھی ہے نمازوں اور عبادتوں کی طرف توجہ بھی ہے تو ایک بہت بڑی نیکی ہے اور پھر کس قدر ثواب اللہ تعالیٰ ایک مؤمن کو دے رہا ہو گا اس مؤمن کو جو نیکیاں اور عبادتیں اور جمعوں میں شمولیت صرف اور صرف اس لئے کر رہا ہو گا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنی ہے۔

حضور انور نے فرمایا بلا وجہ جمعہ چھوڑنے کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا یہ انذاری ارشاد بھی ہے کہ جس کسی نے بلا وجہ جمعہ چھوڑا وہ اعمال نامے

میں منافق لکھا جائے گا۔ پھر فرمایا جو سستی کرتے ہوئے تین جمعے لگاتار چھوڑے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ جب مہر لگ جائے تو پھر نیکیوں کی توفیق بھی کم ہوتی چلی جاتی ہے اور بے دلی سے پھر نمازوں پر آنا جمعوں پر آنا نفاق پیدا کرتا چلا جاتا ہے۔ پس بڑے خوف کا مقام ہے اور بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ جمعہ پڑھنے آیا کرو۔ ایک شخص جمعہ سے پیچھے رہتے رہتے جنت سے پیچھے رہ جاتا ہے حالانکہ وہ جنت کا اہل ہوتا ہے۔ بہت ساری نیکیاں کرتا ہے وہ جو اس کو جنت میں لے جاسکتی ہیں لیکن پیچھے رہتا رہتا جنت سے پیچھے رہ جاتا ہے۔ پس بے شمار مواقع پر آنحضرت ﷺ نے جمعہ میں شمولیت کی تلقین فرمائی۔ کہیں ایک موقع پر بھی یہ نہیں فرمایا آپؐ نے کہ رمضان کا آخری جمعہ پڑھو تو اس لئے تم بخشے جاؤ گے۔ ہاں آپؐ نے یہ فرمایا ہے کہ تجارت اور لہو و لعب دنیاوی مشاغل کی وجہ سے جمعہ چھوڑنے والے سے جمعوں کی ادائیگی میں لاپرواہی کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ بھی لاپرواہی کا سلوک کرتا ہے اور صرف جمعوں تک ہی پر اکتفا نہیں ہے بلکہ آنحضرت ﷺ نے تو عبادتوں کا حق ادا کرنے والا اسے بتایا ہے جو ایک نماز سے دوسری نماز کی فکر میں رہتا ہے اور اس کے انتظار میں رہتا ہے اور ایک جمعے سے دوسرے جمعے کی فکر میں رہتا ہے اور انتظار کرتا ہے اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان کی فکر میں رہتا ہے اور انتظار کرتا ہے۔ پس اپنی عبادتوں کی ہمیں فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنی ترجیحات کو صحیح راستے پر لگانے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کو حاصل کرنے کے لئے ایک کوشش کی ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ کو حاصل کرنے کے لئے اس مقام کا ادراک ضروری ہے۔

حضور انور نے فرمایا ہماری دعائیں بھی ہماری ذاتی اغراض کے لئے ہوتی ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کو پانے کے لئے ہوں تو پھر ان میں ایک مستقل مزاجی ہو۔ ہمارے دل صرف جمعوں کے لئے نہیں بلکہ پانچ نمازوں کے لئے بھی مسجدوں میں اٹکے ہوں۔ اور یہی حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کا مقصد ہے کہ آپ بندے کو خدا کے قریب کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور یہی ہماری بیعت کا مقصد ہے کہ ہم اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے قریب کریں، اس سے تعلق جوڑیں اور اس کے صحیح عبد بن جائیں۔ ہماری نمازیں ہمارے جمعے ہمارے روزے ہماری عیدیں بھی خدا تعالیٰ کا قرب پانے اور اسے حاصل کرنے کے لئے ہوں۔ ہر سال رمضان کے روزے بھی اللہ تعالیٰ نے اسی لئے مقرر فرمائے ہیں کہ ایک مہینے میں خاص توجہ سے مؤمن اپنی نیکی اور عبادت کے معیار اونچے کرے اور پھر ان پر قائم رہے اور پھر اگلے رمضان میں اس سے اگلے قدم اور منازل ہوں یہ نہیں کہ واپس دوبارہ وہیں آجائے۔ یہ نہ ہو کہ رمضان کے بعد ہم پھر پہلے کی حالت پہلے والی حالت ہم پر طاری ہو جائے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے تو یہی ہمیں بتایا ہے کہ اگر ہمارا آج ہمارے گزشتہ کل سے بہتر نہیں تو ہم حقیقی مؤمن نہیں۔

حضور انور نے فرمایا جمعہ کو وداع کہنے کے لئے ہم آج جمع نہیں ہوئے بلکہ اپنی نیکیوں میں اپنی عبادتوں میں اپنی اللہ تعالیٰ سے محبت میں بڑھتے ہوئے قدم کو مضبوط کرنے اور اس کے لئے دعا کرنے کے لئے ہم یہاں جمع ہوئے ہیں اور یہ عہد ہمیں آج کرنا چاہئے کہ ہم نے اب آئندہ خدا تعالیٰ سے اپنے تعلق میں بڑھنا ہے انشاء اللہ۔ اور یہ عہد اور دعا تبھی ہو سکتی ہے جب اللہ تعالیٰ کے قرب کی اہمیت کا بھی احساس ہو۔ اگر اس چیز کی قدر کا علم ہو اگر اللہ تعالیٰ کو حقیقت میں سب طاقتوں کا مالک اور سرچشمہ اور سب کاموں کے بہترین انجام تک پہنچانے کا ذریعہ سمجھا جاتا ہو لیکن اگر کھیل کود اور دنیاوی تجارتوں کی قدر اللہ تعالیٰ کی قدر سے زیادہ ہے تو ان بچوں والا حال ہے جو ہیروں کی قدر نہیں کرتے اور اگر انہیں کہیں ہیرے مل جائیں تو اسے شیشے کی گولیاں سمجھتے ہیں اور بچوں کی جو بنٹوں کی کھیل ہوتی ہے ایک دوسرے پہ بنٹے پہ بنٹہ مارتے ہیں، گولی مارتے ہیں ہاتھ سے اور پھر یہ جس کے پاس زیادہ آجائیں وہ جیتتا ہے۔ تو ان ہیروں سے بھی وہ کھیلنا شروع کر دیں۔ حضور انور نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا بیان فرمودہ ایک واقعہ بیان کیا اور پھر فرمایا تو چیز کی قدر اس کی ضرورت اور علم کے مطابق ہوتی ہے پس بعض لوگ اپنے خیال اور ضرورت کے مطابق اہمیت کو دیکھتے ہیں چھوٹی چیزوں کی تلاش میں نکلتے ہیں اور نہایت اہم باتوں اور چیزوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ یہ چیز دنیاوی خواہشات کے پورا ہونے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کے مقابلے میں بھی ہمیں نظر آتی ہے۔ فرمایا دعائیں مانگنے کی ترجیح کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ نے بہت عمدہ نکتہ بیان فرمایا ہے۔ مجھ سے بھی لوگ پوچھتے ہیں دعا کے بارے میں کہ ہم دعا کرتے ہیں اور بڑی تڑپ سے دعا کرتے ہیں لیکن قبول نہیں ہوتی۔ میں بہرحال ان کو جواب دیتا رہتا ہوں اور اس آیت کے مطابق دیتا ہوں جس کی وضاحت میں نے اپنے رمضان کے پہلے خطبہ میں بھی کی تھی جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندوں کے قریب ہوں اور ان کی دعائیں سنتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ........ حضرت مصلح موعودؓ نے اس آیت کے حوالے سے اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ یہاں دَعْوَةَ الدَّاعِ میں ہر پکارنے والا مراد نہیں ہے بلکہ وہ

خاص پکارنے والے مراد ہیں جو دن کو اللہ تعالیٰ کی خاطر روزے رکھتے ہیں، فرض نمازیں ادا کرتے ہیں، ذکر الٰہی کرتے ہیں، اپنی نمازوں اور جمعوں کی حفاظت کرتے ہیں اور رات کو اضطراب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں۔ بے شک الدَّاعِ کے معنی ہر پکارنے والے کے بھی ہو سکتے ہیں لیکن یہاں کیونکہ رمضان کے حوالے سے بات ہو رہی ہے اس لئے یہاں ان لوگوں سے مراد ہے جو اپنی عبادتوں کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرنے والے، پھر اپنی عبادتوں کو رمضان تک محدود نہیں کرتے بلکہ پھر ان کی عبادتیں سارے سال پر محیط ہو جاتی ہیں۔ یہ لوگ دنیاوی خواہشات کے لئے دعا نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کو مانگنے کی دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سب کچھ بھول کر صرف میرے قرب کے حصول کی دعا کرتے ہیں تو میں ان کی دعائیں ضرور سنتا ہوں۔ یہی الدَّاعِ کی تعریف حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمائی۔ اس کے معنی یہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ۔ کہ یعنی میرے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ میں کہاں ہوں مجھے پانا چاہتے ہیں۔ روٹی کا سوال نہیں کرتے، نوکری کا سوال نہیں کرتے، کسی اور دنیاوی خواہش کا سوال نہیں کرتے۔ سوال کرتے ہیں کہ اللہ کہاں ہے ہم اللہ سے ملنا چاہتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھ سے ملنے کے لئے بے چین ہیں ان کو میں ضرور ملتا ہوں۔ یہ نہیں فرمایا کہ جو نوکری یا روٹی یا دولت یا رشتہ کے لئے مانگنے میں اس کی ضرور سنتا ہوں اور عموماً دیکھا بھی یہی گیا ہے کہ یہ چیزیں مانگنے والے بھی جو ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں ہم نے بڑی تڑپ کے دعائیں کیں ہماری دعائیں نہیں سنی گئیں۔ یہ چیزیں مانگنے والے بھی عارضی عبادت کرنے والے ہوتے ہیں اس وقت تک ہی توجہ دیتے ہیں اپنی عبادتوں میں اور نمازوں میں اور دعاؤں میں جب تک ان کو ایک کام کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان کے اضطراب کی حالت عارضی ہوتی ہے۔ بعض لوگ لکھتے ہیں کہ ہم نے اس طرح اضطراب کے ساتھ دعائیں کیں اللہ تعالیٰ نے نہیں سنیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تو نہیں کہا کہ میں تمام تمہاری دنیاوی خواہشات کو پورا کروں گا اور دعائیں سنوں گا۔ ہاں اگر پاک تبدیلیاں لا کر اللہ تعالیٰ کو پانے اور ملنے کی اضطراب سے ہم دعا کریں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ضرور سنوں گا پھر اور اپنے ولی کا پھر دوست بن کر اس کے ساتھ میں کھڑا ہو جاؤں گا اس کی خواہشات کو پورا کروں گا اس کے دشمن سے لڑوں گا۔ فرمایا پس جب ہم جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کو مانا ہے۔ ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم اپنی عبادتوں کے معیار اونچے کریں۔ جن معیاروں تک اس رمضان میں پہنچے ہیں یا پہنچنے کی کوشش کی ہے اس سے نیچے اپنے آپ کو نہ گرنے دیں۔ اپنی نمازوں کے معیاروں کو بھی اونچا کرتے چلے جائیں اپنے جمعوں کی حاضری کو بھی قائم رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکموں کو ماننے والے ہوں اور خاص ان لوگوں میں شامل ہونے کی کوشش ہمیشہ جاری رکھیں جو اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ کو مانگنے والے ہوں۔ یعنی اس دعا کی کوشش ہو یہ دعا ہم کرتے رہیں ہمیشہ کہ ہمیں اللہ تعالیٰ ملے۔ ہماری نمازیں ہماری عبادتیں اللہ تعالیٰ کا لقاء حاصل کرنے والی نمازیں اور عبادتیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان معیاروں کو حاصل کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہر ایک شخص کا جو قرآن شریف پڑھتا ہے یا سنتا ہے۔ یہ فرض ہے کہ وہ اس رکوع کے آگے نہ چلے جب تک اپنے دل میں یہ فیصلہ نہ کرلے کہ مجھ میں یہ صفات یہ کمالات ہیں۔ اگر ہیں تو وہ مبارک ہے اور اگر نہیں تو اُسے فکر کرنی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دُعا مانگنی چاہیئے کہ وہ ایمان صحیح عطا فرمائے۔

(حقائق الفرقان جلد ۱ صفحہ ۱۰۱)

تعارف سورۃ النساء

تحریر فرمودہ حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

یہ سورت ہجرت کے تیسرے اور پانچویں سال کے درمیان نازل ہوئی۔ بسم اللہ سمیت اس کی ایک سو ستتر آیات ہیں۔

اس سورت کا آغاز ایک ایسی آیت سے ہوتا ہے جس میں نفسِ واحدہ سے انسانی پیدائش کے معجزانہ آغاز کا ذکر ملتا ہے۔ گویا لفظ **آدم** کی ایک اور تفسیر پیش فرمائی گئی ہے۔

اس سورت کا اس سے پہلی سورت کے اختتام سے گہرا تعلق ہے۔ گزشتہ سورت کے اختتام پر صبر کی تعلیم کے علاوہ یہ تعلیم دی گئی تھی کہ ایک دوسرے کو صبر کی تلقین بھی کرتے رہو اور اپنی سرحدوں کی بھی حفاظت کرو۔ یہاں سورۃ النساء میں دشمن کے ساتھ ہولناک جنگوں کا ذکر ہے جس کے نتیجہ میں کثرت سے عورتیں بیوہ اور بچے یتیم رہ جائیں گے۔

جنگوں کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی مشکلات اور بیواؤں اور یتیموں کے حقوق کے تعلق میں اس کا ایک حل ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی صورت میں پیش فرمایا گیا ہے بشرطیکہ مومن انصاف پر قائم رہ سکے۔ اگر انصاف پر قائم نہیں رہ سکتا تو صرف ایک شادی پر ہی اکتفا کرنی ہوگی۔ اس سورت میں اسلامی نظام وراثت کے بنیادی اصول اور ان کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔

اسی سورت میں یہودیت اور عیسائیت کے باہمی رشتے کا ذکر اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا ذکر اس طرح ملتا ہے کہ جب یہود نے اپنے سب عہدوں کو توڑ دیا اور سخت دل ہوگئے اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صلیب پر چڑھا کر مارنے کی کوشش کی تو کس طرح اللہ تعالیٰ نے صلیب کے ذریعہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قتل کرنے کی اُن کی کوشش کو ناکام و نامراد فرما دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان تمام الزامات سے بری ہونا ثابت فرمایا جو آپ پر اور آپ کی پاکدامن والدہ پر یہود کی طرف سے لگائے گئے تھے۔

اس سورت میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجرت کا بھی ذکر ملتا ہے اور یہ پیشگوئی مذکور ہے کہ اہل کتاب میں سے کوئی فریق بھی ایسا نہیں رہے گا جو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور آپؑ کی طبعی وفات پر ایمان نہ لے آیا ہو۔ یہ پیشگوئی افغانستان کے رستے کشمیر میں آپ کی ہجرت کے ذریعہ من و عن پوری ہوگئی۔

آنحضرت ﷺ کی مذہبی رواداری

جمیل احمد بٹ

آنحضرت ﷺ خلق عظیم کے حامل تھے اور قرآن کریم میں آپ کے طریق کو سب کے لئے اسوۂ حسنہ فرمایا گیا ہے۔ اس مبارک اسوہ کا ایک رخ یعنی 'آپ ﷺ کی مذہبی رواداری' اس مضمون کا موضوع ہے۔

آنحضرت ﷺ کو اپنی حیات طیبہ میں بے دینوں اور مشرکین کے علاوہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں صابیوں، مجوسیوں، عیسائیوں اور یہود سے واسطہ پڑا۔ ان سب سے ہر معاملہ میں آپ نے شاندار حسن سلوک فرمایا اور یوں مذہبی رواداری کی عظیم مثالیں قائم ہوئیں۔

آپ ﷺ کا یہ نیک نمونہ آپؐ کے اپنے روشن اصولوں کے مطابق تھا جن کی آپؐ نے حریتِ ضمیر اور آزادیٔ مذہب کے قیام کے لئے تعلیم دی۔ ہر قسم کی تنگ نظری، تعصب اور انتہا پسندی کو مٹا کر دنیا میں بلا امتیاز مذہب و عقیدہ انسان دوستی کو قائم کرنے والے ان رہنما قرآنی اصولوں میں سے دس یہ ہیں:

۱۔ عقائد منوانے اور مذہب کو پھیلانے کے لئے طاقت کا استعمال ممنوع ہے

دین حق میں مذہبی معاملات کے پھیلانے یا ان پر عمل کروانے کے لئے کسی بھی قسم کا جبر و تشدد ممنوع ہے اور اس کی روشن تعلیم یہ ہے کہ:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (بقرہ: ۲:۲۵۷)۔

ترجمہ: دین میں جبر نہیں۔

۲۔ ہر شخص کو آزادی ہے کہ جو مذہب چاہے اختیار کرے اور جس کا چاہے انکار کرے:

چونکہ دین میں جبر نہیں اس لئے قرآنِ کریم یہ آزادی دیتا ہے کہ ہر شخص جو مذہب چاہے اختیار کر سکتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الکہف ۱۸:۳۰)

ترجمہ: جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کر دے۔

۳۔ اسلام سے ارتداد پر دنیا میں کوئی مؤاخذہ نہیں

اسی آزادی کے تحت قرآن مرتد کی کوئی دنیوی سزا مقرر نہیں کرتا اور یہی فرماتا ہے کہ اگر کوئی شخص اسلام قبول کرتا ہے اور پھر اس سے ارتداد کر لیتا ہے بلکہ بار بار اس عمل کو دہراتا ہے تب بھی ایسے لوگ اس جرم کی سزا آخرت میں پائیں گے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا (النساء ۴:۱۳۸)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے پھر انہوں نے انکار کر دیا پھر ایمان لائے پھر انکار کر دیا پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے، اللہ ایسا نہیں کہ انہیں معاف کر دے۔۔۔

۴۔ مذہبی پیشواؤں کی حرمت کے قیام کا سنہری اصول:

قرآن کریم یہ اصول مقرر فرماتا ہے کہ ہر قوم میں پیغمبر بھیجے گئے ہیں۔ اور اس طرح مومنوں کو ان سب مذہبی پیشواؤں کے احترام کی تعلیم دیتا ہے جنہیں دیگر مذاہب کے ماننے والے قابل احترام جانتے ہیں۔ چنانچہ اللہ فرماتا ہے:

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (الرعد ۱۳:۸)

ترجمہ:۔۔۔ اور ہر ایک قوم کیلئے ایک ہادی ہے۔

۵۔ دوسروں کے مقدسین کو برا کہنے کی ممانعت

دوسروں کے بزرگوں کا احترام نہ کرنے کے سبب واقع ہو سکنے والے جوابی عدم احترام کے مکمل خاتمہ کے لئے۔ شرک کو نا قابلِ معافی گناہ قرار دینے کے باوجود۔ قرآن مومنوں کو انہیں بھی برا کہنے سے روکتا ہے جنہیں مشرک اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔ یہ قرآنی حکم اس طرح ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ (الانعام ۶:۱۰۹)

ترجمہ: اور تم انہیں جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں گالیاں نہ دو۔ ورنہ تو وہ دشمن ہو کر جہالت کے سبب اللہ کو گالیاں دیں گے۔

۶۔ اختلاف مذہب کے باوجود مشترک عقائد کی بنیاد پر تعاون کی تعلیم:

اختلاف مذہب کے باوجود قرآن کریم افراد اور اقوام کے باہم تعاون کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور اس کے لئے یہ روشن اصول مقرر کرتا ہے کہ مشترک باتوں کو اہمیت دے کر اس تعاون کو فروغ دیا جائے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

قُلۡ یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ تَعَالَوۡا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۢ بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَکُمۡ (اٰل عمران ۳: ۶۵)

ترجمہ: تو کہہ دے اے اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔

۷۔ بلالحاظ مذہب ہر ایک سے عدل کا حکم:

قرآن کریم مذہب کی بنیاد پر کسی بھی ناانصافی کا مخالف ہے اور اختلاف عقیدہ کے باوجود مومنوں کو سختی سے عدل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَلَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعۡدِلُوۡا ؕ اِعۡدِلُوۡا ۟ (المائدہ ۵:۹)

ترجمہ: اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ تم انصاف نہ کرو۔ تم انصاف کرو!

۸۔ بلاامتیاز تعاون برائے قیام امن:

قرآن کریم اختلاف عقیدہ کو باہم تعاون اور خاص طور پر قیام امن کی راہ میں روک بنانے سے منع فرماتا ہے اور اس بارے میں مومنوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ:

وَاِنۡ اَحَدٌ مِّنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ اسۡتَجَارَکَ فَاَجِرۡہُ ۔۔۔ (توبہ ۹:۶)

ترجمہ: اور مشرکوں میں سے اگر کوئی تجھ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے۔

۹۔ غیروں کی خوبیوں کا کھلا اعتراف:

اختلاف عقیدہ کے باوجود دوسروں کی خوبیوں کا برملا اعتراف قرآن کریم کی ایک اور روشن تعلیم ہے۔ چنانچہ عملاً مخالف اہل کتاب میں پائی جانے والی ایک خوبی قرآن کریم نے ہمیشہ کے لئے یوں محفوظ فرمائی:

وَمِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ مَنۡ اِنۡ تَاۡمَنۡہُ بِقِنۡطَارٍ یُّؤَدِّہٖۤ اِلَیۡکَ ۔۔۔ (آل عمران ۳:۷۶)

ترجمہ: ان اہل کتاب میں سے بعض ایسے ہیں کہ ان کے پاس ڈھیروں ڈھیر مال بھی بطور امانت رکھ دو تو وہ تمہیں واپس کر دیں گے۔

۱۰۔ غیروں سے حسن سلوک کی تعلیم:

مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے مابین پرامن اور خوشگوار تعلقات کے قیام کے لئے مندرجہ بالا اصولوں کے ساتھ قرآن کریم اپنے ماننے والوں کو امن پسند غیروں سے حسن سلوک، منصفانہ برتاؤ اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس اعلیٰ تعلیم کے الفاظ ہیں:

لَا یَنۡہٰىکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَلَمۡ یُخۡرِجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡہُمۡ وَتُقۡسِطُوۡۤا اِلَیۡہِمۡ ؕ ۔۔۔ (الممتحنہ ۶۰: ۹)

ترجمہ: جنہوں نے تم سے دین کے معاملہ میں قتال نہیں کیا اور نہ تمہیں بے وطن کیا، ان کے ساتھ احسان کرنے اور انصاف کے ساتھ برتاؤ کرنے سے اللہ تمہیں نہیں روکتا۔

حیرت انگیز وسیع النظری کے حامل ان اصولوں پر پورا عمل کھلے اور محبت بھرے دل ہی کر سکتے ہیں اور چونکہ آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ شفیق اور محبت کرنے والے وجود تھے۔ اس لئے آپ نے ان اصولوں کو اپنا کر مذہبی رواداری کا ایسا عظیم اظہار فرمایا جو رہتی دنیا تک اس راہ پر چلنے والوں کے لئے نمونہ رہے گا۔ آپ کی حیات طیبہ ایسے پیارے واقعات سے پر ہے۔ ان میں سے چند عناوین کے تحت درج ذیل ہیں:

عام تمدنی اور معاشرتی تعلقات

۱۔ سب کو سلام: دین حق امن اور سلامتی کا مذہب ہے اس کا ہر آن اظہار وہ سلام ہے جس کا باہم ملاقات پر اظہار ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس سلام کو عام کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: 'اَفۡشُوا السّلام (بخاری۔ کتاب الادب)۔ یعنی سلام کو پھیلاؤ۔ یہ حکم عام ہے اور اس میں پہلے سے جان پہچان کی بھی کوئی شرط نہیں۔ جیسا کہ ایک اور حدیث میں فرمایا:

وَتَقۡرَا السلام عَلٰی مَنۡ عَرَفۡتَ وَمَنۡ لَّمۡ تَعۡرِفۡ۔ (بخاری کتاب الاستیذان)۔ یعنی سلام کہہ ان کو جن کو تو پہچانتا ہے اور جن کو تو نہیں پہچانتا۔

آپ خود بھی سلام کہنے میں مومن اور کافر میں بھی کوئی فرق نہ کرتے جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے کہ:

'ایک دفعہ آنحضرت ﷺ مدینہ میں ایک گروہ کے پاس سے گزرے جن میں یہودی اور مشرک بھی تھے آپ ﷺ نے انہیں السلام علیکم کہا' (بخاری کتاب الاستیذان)

۲۔ مہمان نوازی: آنحضرت ﷺ کافروں کی مہمان نوازی بھی کھلے دل سے فرماتے چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ: 'ایک دفعہ ایک غیر مسلم آنحضرت ﷺ کے ہاں مہمان ہوا۔ آپ نے اسے بکری کا دودھ دوہ کر دیا لیکن وہ سیر نہ ہوا۔ پھر دوسری بکری کا دودھ پیش کیا پھر بھی اس کی تسلی نہیں ہوئی۔ اس پر تیسری، چوتھی یہاں تک کہ وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔ آپ ﷺ اُس کی اس حرص پر مسکرائے لیکن مہمان سے کوئی بات نہ کی ' (ترمذی کتاب الاطعمہ)

۳۔ دعوت قبول کرنا: آنحضرت ﷺ غیر مسلموں کی دعوت بھی قبول کر لیتے اور ان کے ساتھ اور ان کے برتنوں میں کھانے پینے میں کوئی عار نہ جانتے جیسا کہ درج ذیل واقعات سے ظاہر ہے:

خیبر کی ایک یہودی عورت زینب بنت حرث نے آپ کی خدمت میں بکری کے بھنے ہوئے گوشت کا تحفہ پیش کیا آپ نے اسے قبول فرمالیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس میں زہر ملا ہوا تھا۔ (سیرت حلبیہ اردو۔ جلد سوئم نصف اول صفحہ ۱۸۰ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی ۱۹۹۹)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے حضور ﷺ کی دعوت کی اور جَو کی روٹی اور چربی پیش کی۔ حضور ﷺ نے یہ دعوت قبول فرمائی۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۳ صفحہ نمبر ۲۱۱ بحوالہ اسلام اور غیر مسلم رعایا از ملک سیف الرحمٰن صاحب صفحہ نمبر ۲۰)

۴۔ تحفہ قبول کرنا۔ آنحضرت ﷺ غیر مسلموں کا تحفہ بھی قبول کر لیتے۔ ایسا ایک واقعہ درج ذیل ہے:

یہود انِ بنو نظیر میں سے مخرق نامی ایک یہودی نے مرتے وقت اپنے سات باغ آنحضرت ﷺ کے نام بطور ہبہ وصیت کئے۔ جو آنحضرت ﷺ نے قبول فرمائے۔ (روض الانف جلد ۲ صفحہ ۱۴۳)

۵۔ عیادت: آنحضرت ﷺ بیماروں کی عیادت کرنے میں مسلم و غیر مسلم میں کوئی فرق نہ کرتے تھے۔ جیسا کہ مولانا شبلی نعمانی اور مولانا سلیمان ندوی نے سیرت النبی ﷺ پر اپنی کتاب میں لکھا ہے:

'بیماروں کی عیادت میں دوست و دشمن، مومن و کافر کسی کی تخصیص نہ تھی
' (سیرۃ النبی ﷺ جلد دوم صفحہ ۲۵۹ مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور طبع چہارم)

صحیح بخاری میں غیر مسلموں کی عیادت کا ایک واقعہ یوں لکھا ہے:

'ایک دفعہ مدینہ میں ایک یہودی نوجوان بیمار ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ کو اس کا علم ہوا تو عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ اس کی حالت کو نازک پاکر اسے تبلیغ فرمائی اور فرمایا' خدا کا شکر ہے کہ ایک روح آگ کے عذاب سے نجات پا گئی' (بخاری کتاب الجنائز باب عیادت المشرک)

۶۔ جنازہ کا احترام: آنحضرت ﷺ جنازوں کے احترام میں مسلم اور غیر مسلم کا کوئی فرق نہ کرتے۔ چنانچہ بخاری میں درج ہے:

شام کی فتح کے بعد دو صحابہ ایک جنازہ کو دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ ایک نئے مسلمان نے تعجب کیا اور کہا یہ تو ایک عیسائی کا جنازہ تھا۔ انہوں نے جواب دیا ہاں ہم جانتے ہیں مگر آنحضرت ﷺ کا یہی طریق تھا۔ ایک بار ایک جنازہ کے احترام میں آپ کھڑے ہو گئے تو کسی نے کہا کہ یہ تو یہودی کا جنازہ تھا تو فرمایا: 'کیا یہودی انسان نہیں ہوتے! اور کیا ان میں خدا کی پیدا کی ہوئی جان نہیں؟'

(بخاری کتاب الجنائز۔ باب مَنْ قَامَ لِجَنَازَۃِ الیَھودی) (مسند احمد بن حنبل جلد ۶)

۷۔ مُردوں کا احترام: انسانی لاشوں کے احترام میں بھی آپ ﷺ مسلم اور غیر مسلم میں کوئی فرق نہ فرماتے۔ جیسا کہ درج ذیل واقعات سے ظاہر ہے:

'ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کئی سفر کئے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ نے کسی انسان کی نعش پڑی دیکھی ہو اور اسے دفن نہ کروایا ہو۔ کبھی یہ نہیں پوچھا کہ یہ مسلمان ہے یا کافر'۔

(مستدرک حاکم جلد ۱ بحوالہ اسوۂ انسان کامل از حافظ مظفر احمد صاحب صفحہ ۵۴۲ مطبوعہ لاہور ۲۰۰۴)

'بدر میں ہلاک ہونے والے ۲۴ مشرک سرداروں کو بھی آپ ﷺ نے خود میدان بدر میں ایک گڑھے میں دفن کروایا تھا' (بخاری کتاب المغازی)

'غزوہ احزاب میں ایک مشرک سردار نوفل بن عبداللہ خندق میں گر کر ہلاک ہو گیا۔ مشرکین مکہ نے اس کی لاش کے بدلے دس ہزار درہم کی پیش کش کی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: 'ان کا مردہ واپس لوٹا دو، ہمیں نہ اس کے جسم کی ضرورت ہے اور نہ قیمت کی ' (ابن ہشام جلد ۳ صفحہ ۲۷۳ بحوالہ اسوۂ انسان کامل از حافظ مظفر احمد صاحب صفحہ ۵۴۳ مطبوعہ لاہور ۲۰۰۴)

۸۔ پڑوسی کے حقوق: پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں قرآن کریم کی روشن تعلیم ہے کہ:

احسان کرو۔۔۔ رشتہ دار ہمسایوں اور بے تعلق ہمسایوں پر۔

(بحوالہ سورۃ النساء ۴:۳۷)۔

یہ تعلیم مسلم اور کافر میں کوئی فرق نہیں کرتی۔ آنحضرت ﷺ نے بھی مومنوں کو پڑوسیوں کے حقوق کا خیال رکھنے کی تاکید فرمائی۔ اور خود بھی مسلم اور غیر مسلم میں کسی فرق کے بغیر پڑوسیوں سے حسن سلوک کیا۔ ویسے بھی مکہ میں آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ کے بیشتر پڑوسی مسلمان نہ تھے۔ پھر آنحضرت ﷺ کے اسوہ کے مطابق یہ تعلیم ایسے پڑوسی کے لئے بھی ہے جو خواہ غیر ہونے کے

ساتھ مخالف اور بد سلوکی کرنے والا ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ درج ذیل واقعہ سے ظاہر ہے:

'اُم ّالمؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک بار آنحضرت ﷺ نے فرمایا، ابولہب اور عتبہ میرے پڑوسی تھے اور میں ان کی شرارتوں میں گھرا ہوا تھا۔ یہ لوگ مجھے تنگ کرنے کے لئے غلاظت کے ڈھیر میرے دروازے پر ڈال دیتے۔ میں باہر نکلتا تو خود اس غلاظت کو راستہ سے ہٹاتا اور صرف اتنا کہتا:

'اے عبد مناف کے بیٹو! کیا یہی حق ہمسائیگی ہے؟' (طبقات ابن سعد جزو اول)

۹۔ چھینک پر دعا: آنحضرت ﷺ نے چھینک پر دعا کی تعلیم فرمائی۔

(بخاری کتاب الادب)

اور اس پر عمل میں کوئی تفریق نہ کی۔ چنانچہ اس تعلیم پر یہودیوں کے حق میں آپ ﷺ کے عمل کا ایک واقعہ یوں ملتا ہے :

' کسی یہودی کو حضور ﷺ کی مجلس میں چھینک آجاتی تو آپ اسے یہ دعا دیتے۔ کہ اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارا حال اچھا کر دے' (سیوطی)

۱۰۔ لین دین: لین دین رکھنے اور معاملہ کرنے میں بھی آنحضرت ﷺ نے مسلم اور غیر مسلم میں کوئی فرق نہیں کیا۔

مدینہ کے یہود سے آخر وقت تک آپ ﷺ کا لین دین اور معاملہ رہا۔ بوقت وفات بھی آنحضور ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس ۳۰ صاع غلّے کے عوض رہن رکھی ہوئی تھی۔ (بخاری کتاب المغازی)

بلا امتیاز خدمت

آنحضرت ﷺ بنی نوع انسان سے عام محبت کرتے اور آپ کا دامن شفقت سب کیلئے پھیلا رہتا۔ آپ کے اس لطف و کرم سے اپنے اور غیر سب فیض اٹھاتے۔ دوسروں کے کام آنے کیلئے آپ ﷺ مسلم اور غیر مسلم کا کوئی فرق نہ کرتے۔

آپ ﷺ کا مکہ میں ایک بوڑھی عورت کا بوجھ اٹھا کر اس کی مدد کرنا ایک ایسا واقعہ ہے جو بچہ بچہ کے علم میں ہے۔ یہ عورت غیر مسلم تھی اور آپ ﷺ کو جادوگر جان کر ڈر کر اپنا گھر چھوڑ کر جا رہی تھی۔

اسی طرح ایک اور واقعہ عام ہے۔ جس میں آپؐ نے مکہ میں نووارد الاراشی نامی ایک شخص کا حق دلانے کے لئے اپنے ایک جانی دشمن ابو جہل کے دروازے پر دستک دی۔ یہ نووارد غیر مسلم بھی تھا اور اجنبی بھی۔ (استفادہ از ابن ہشام۔ جلد ۲ صفحہ ۱۲۳۔ ۱۲۴، دارالفکر بیروت بحوالہ اسوۂ انسانِ کامل از حافظ مظفر احمد صفحہ ۱۷۵)

بلا امتیاز عدل و انصاف

اختلاف عقیدہ انصاف کرنے کی راہ میں روک نہ بنے۔ یہ قرآنی حکم ہے جس پر آنحضرت ﷺ نے حیرت انگیز طور پر عمل فرمایا۔ درج ذیل چند واقعات اس کا نمونہ ہیں

۱۔ یہودی قرض خواہ: ایک موقع پر ایک یہودی قرض خواہ نے آنحضرت ﷺ سے قرض کی واپسی کا مطالبہ کرتے ہوئے گستاخی کے کلمات کہے اور آنحضور ﷺ کے گلے میں چادر ڈال کر اتنے بل دیئے کہ چہرہ مبارک کی رگیں اُبھر آئیں۔ حضرت عمرؓ نے جو اس موقع پر موجود تھے سختی سے اس یہودی کو ڈانٹ کر روکا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا، 'عمر! تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ تمہیں چاہئے تھا کہ اس کو نرمی سے سمجھاتے اور تمہیں مجھے یہ کہنا چاہئے تھا کہ میں قرض وقت پر ادا کروں'۔ بعد ازاں قرض کی ادائیگی کے ساتھ کچھ زائد کھجور اس سخت کلام کو تاوان کے طور پر ادا کرنے کا حکم فرمایا۔ (مستدرک حاکم)

۲۔ خیبر کے یہود کے حق میں فیصلہ: فتح خیبر کے بعد یہود سے مسلمانوں کی مصالحت ہو گئی اور وہاں کی زمین نصف پیداوار کی شرط پر اُن کو بٹائی پر دی گئی۔ ایک مسلمان عبداللہؓ بن سہل اپنے ساتھی محیّصہؓ کے ہمراہ خیبر گئے۔ عبداللہؓ یہودی علاقے میں قتل کر دیئے گئے۔ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں مقدمہ پیش ہوا۔ آپؐ نے مقتول کے مسلمان مدعیان سے فرمایا کہ تمہیں اپنے دعویٰ کا ثبوت بصورت شہادت دینا ہوگا یا پھر قاتل کے خلاف قسم تاکہ اُس کا قصاص لیا جائے جب مدعیان نے کوئی عینی شاہد نہ ہونے کی وجہ سے کوئی ثبوت پیش کرنے سے معذوری ظاہر کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر یہود پچاس قسمیں دے کر بری الذمہ ہو سکتے ہیں۔ مسلمانوں نے عرض کیا کہ کافروں کی قسم کا ہم کیسے اعتبار کر لیں؟ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ثبوت موجود نہ ہونے کی وجہ سے اسلامی حکومت کی طرف سے اس مسلمان کی دیت ادا کر دی اور یہود پر کوئی گرفت نہ فرمائی۔ (بخاری)

۳۔ یہودی قبیلہ بنو نضیر کو بچوں کو ساتھ لے جانے کی اجازت: جب بنو نضیر کو ان کی غداری اور فتنہ انگیزی کی سزا میں مدینہ سے جلاوطن کیا گیا اور انہوں نے اپنے ساتھ ان لوگوں کو بھی لے جانا چاہا جو انصار کی اولاد تھے مگر زمانہ جاہلیت میں

منت ماننے کے نتیجہ میں یہودی بنا دئے گئے تھے۔ تو انصار نے انہیں مدینہ میں روک لینا چاہا۔ معاملہ پیش ہونے پر آنحضرت ﷺ نے انصار کے خلاف فیصلہ فرمایا۔ اور یہ فرما کر کہ

'جو شخص بھی یہودی ہے اور جانا چاہتا ہے ہم اسے روک نہیں سکتے'۔ بنو نضیر کو مسلمان انصار کے قبل اسلام کے ان بچوں کو اپنے ہمراہ لے جانے کی اجازت دے دی۔ (ابو داؤد، کتاب الجہاد)

۴۔ خیبر کے یہود کے گلہ کی واپسی: جنگ خیبر کے محاصرہ کے دوران ایک یہودی رئیس کا گلہ بان مسلمان ہو گیا۔ یہودی رئیس کا گلہ اس کے ہمراہ تھا جس کے بارے میں اس نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا! یا رسول اللہ ﷺ ان بکریوں کا میں کیا کروں؟ فرمایا! 'ان کا منہ قلعہ کی طرف کر کے ہانک دو' ایسا ہی کیا گیا۔ (سیرت حلبیہ اردو جلد سوئم نصف اول صفحہ ۱۳۸-۱۳۷ دارالاشاعت کراچی ۱۹۹۹)

یہ حالت جنگ میں غیر مسلم دشمن کے لئے خوراک کے ذخیرہ کی فراہمی تھی لیکن چونکہ انصاف کا تقاضا یہی تھا اس لئے آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا۔

غیروں کی جان و مال کا تحفظ

غیروں کی جان و مال کے آپ ہمیشہ محافظ رہے۔ ایسے چند واقعات درج ذیل ہیں:

۱۔ فتح خیبر کے موقع پر یہود نے شکایت کی کہ بعض مسلمانوں نے ان کے جانور لوٹے اور پھل توڑے ہیں۔ آنحضرت ﷺ ناراض ہوئے اور تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ 'اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ تم بغیر اجازت کسی کے گھر گھس جاؤ اور پھل وغیرہ توڑو'۔ (ابو داؤد جزو ثانی صفحہ ۴۲۴ بحوالہ اسلام اور غیر مسلم رعایا از ملک سیف الرحمن صاحب صفحہ ۲۴)

۲۔ ایک سفر کے دوران کھانے کو کچھ نہ تھا کہ کافروں کی کچھ بکریاں نظر آئیں بعض اصحاب نے انہیں پکڑ کر ذبح کر لیا اور ہنڈیا چڑھا دی۔ آنحضرت ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ تشریف لائے اور کمان سے ہانڈیاں الٹ دیں اور فرمایا 'لوٹ مار کا مال مردار سے زیادہ حلال نہیں ہے'۔

(صحیح متفق علیہ، ابن ہشام جزو ثانی صفحہ ۱۸۸)

۳۔ ایک غزوہ میں مشرکین کے چند بچے لپیٹ میں آ کر ہلاک ہو گئے۔ حضور ﷺ کو پتہ لگا تو فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟ جنہوں نے معصوم بچوں کو بھی قتل کر ڈالا؟ ایک صحابی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ وہ مشرکین کے بچے ہی تو تھے۔ فرمایا! 'مشرکین کے بچے بھی تمہاری طرح کے انسان ہیں اور بہترین انسان بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں'۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۲۴ بحوالہ اسلام اور غیر مسلم رعایا از ملک سیف الرحمن صاحب صفحہ ۲۵)

غیروں سے معاہدات کی پابندی

صلح حدیبیہ کا معاہدہ جہاں اور کئی روشن پہلوؤں کا حامل ہے۔ وہیں آنحضرت ﷺ کے غیروں سے معاہدات کے احترام کی ایک حیرت انگیز مثال بھی ہے۔ جیسا کہ درج ذیل سے ظاہر ہے:

واقعات کے مطابق صلح حدیبیہ کے موقع پر شرائط طے پا گئی تھیں گو ابھی معاہدہ لکھا نہ گیا تھا کہ کفار کے نمائندے سہیل بن عمرو کا اپنا بیٹا جو مکہ میں مسلمان ہونے کے جرم میں قید و بند جھیل رہا تھا۔ مسلمانوں کے حدیبیہ پہنچنے کی خبر سن کر یہ حضرت ابو جندلؓ گرتے پڑتے اس حال میں وہاں آن پہنچے کہ پاؤں میں بیڑیاں تھیں اور جسم پر زخموں کے نشان۔ آ کر پناہ کے طالب ہوئے۔ مسلمانوں کی ہمدردیاں ان کے ساتھ تھیں۔ لیکن سہیل معترض ہوا اور کہا کہ معاہدہ طے پا چکا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے اتفاق کیا۔ اس پر حضرت ابو جندلؓ نے عرض کیا: 'کیا آپ مجھے پھر ان کافروں کے حوالے کر دیں گے، جنہوں نے مجھے اتنی تکلیفیں پہنچائی ہیں اور ظلم کئے ہیں؟

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: 'ابو جندل! صبر کرو اللہ تمہارے اور دیگر مظلوموں کے لئے کوئی راستہ پیدا کر دے گا۔ اب صلح ہو چکی ہے اور ہم ان لوگوں سے اپنا عہد نہیں توڑ سکتے۔' (سیرت ابن ہشام اردو جلد دوم صفحہ ۳۷۸ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

دوسروں کے مذہبی جذبات کا احترام

آنحضرت ﷺ غیر مسلموں کے مذہبی جذبات کا بہت احترام فرماتے اور حتی الامکان ان کی دل شکنی سے احتراز فرماتے۔ ایسے چند واقعات درج ذیل ہیں:

الف۔ معاہدہ صلح حدیبیہ :

۱۔ معاہدہ لکھا جانے لگا تو ابتداء فرمایا لکھو! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سہیل بن عمرو نے کہا: یہ رحمان کا لفظ کیسا ہے ہم اسے نہیں جانتے اس طرح لکھا جائے جس طرح عرب لکھتے ہیں: بِاسْمِكَ اَللّٰهُمَّ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں

۲۔ پھر فرمایا۔ یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ نے کیا ہے

سہیل نے جھٹ اعتراض کیا اور کہا: رسول اللہ کا لفظ ہم نہیں لکھنے دیں گے۔ محمد بن عبد اللہ لکھو۔

یہ لفظ لکھا جا چکا تھا۔ فرمایا: کاٹ دو

حضرت علیؓ نے جو معاہدہ لکھ رہے تھے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں تو آپ کے نام کے ساتھ یہ لفظ کبھی نہیں مٹاؤں گا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے نشان دہی کروا کر یہ لفظ خود کاٹ دیئے۔ (بخاری کتاب المغازی بحوالہ سیرت خاتم النبیین ﷺ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ ۷۶۵-۷۶۴)

ب۔ دوسروں کے جذبات کے احترام میں مقام کے اظہار میں کمی:

ایک دفعہ ایک صحابی نے کسی یہودی کے سامنے آنحضرت ﷺ کی حضرت موسیٰؑ پر ایسے رنگ میں فضیلت بیان کی جس سے اس یہودی کو صدمہ پہنچا تو آنحضرت ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ ٹھیک ہے میں افضل الانبیاء اور خاتم النبیین ہوں لیکن دوسروں کی دلداری کی خاطر میرے حق کے باوجود لَا تُخَيِّرُونِيْ عَلٰى مُوْسٰى (بخاری کتاب التفسیر سورہ اعراف) یعنی مجھے موسیٰؑ پر فضیلت نہ دیا کرو۔

ج۔ حضرت یونس علیہ السلام کو اپنا بھائی کہنا:

دوسروں کے جذبات کے احترام کی خاطر ایک اور موقع پر فرمایا: مجھے یونس بن متیٰ پر فضیلت نہ دیا کرو۔" (بخاری)

پھر طائف سے واپسی پر نینوا کے عیسائی غلام عدّاس کے سامنے بھی حضرت یونس علیہ السلام کو اپنا بھائی قرار دیا۔ (ابن ہشام و طبری بحوالہ سیرت خاتم النبیین ﷺ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ۰۰ صفحہ ۱۸۳)

د۔ زبانی اظہارِ اسلام کو کافی جاننا:

مذہبی جذبات کے احترام کا ایک انتہائی اعلیٰ رخ آپ ﷺ کا یہ اسوہ تھا کہ آپ کسی بھی فرد کے اپنے عقیدہ کے اس کے اپنے اظہار کو حتمی جانتے اور اس بات کو سخت ناپسند فرماتے کہ کسی عقیدہ کے اظہار پر اس بناء پر شک کیا جائے کہ یہ کسی اور غرض کے تحت ہے اور اظہار کرنے والے کے دل میں کچھ اور ہے۔

ایک لڑائی میں حضرت اسامہ بن زیدؓ نے ایک کافر کو باوجود یہ کہنے کے کہ میں مسلمان ہوتا ہوں، قتل کر دیا۔ یہ واقعہ جب آپ ﷺ کے سامنے ذکر ہوا تو آپ ﷺ حضرت اسامہؓ پر سخت ناراض ہوئے اور ان کے اس عذر پر کہ وہ شخص دل سے مسلمان نہ ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے تکرار سے فرمایا

کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا'۔ آپ کی ناراضگی اس قدر تھی کہ حضرت اسامہؓ نے تمنا کی کہ کاش میں اس واقعہ سے پہلے مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا'۔ (مسلم کتاب الایمان)

مسجد نبوی ﷺ کا غیر مسلموں کے لئے کھلا رکھنا

مذہبی رواداری کا ایک اور حسین پہلو آنحضور ﷺ کا اپنی مسجد کو غیر مسلموں کے لئے کھلا رکھنا تھا۔ جیسا کہ درج ذیل دو واقعات سے ظاہر ہے:

الف۔ نجران کے عیسائی: فتح مکہ کے بعد دس ہجری میں نجران کے عیسائیوں کا ۶۰ افراد پر مشتمل ایک وفد مدینہ آیا۔ دوران گفتگو ان کی نماز کا وقت آ گیا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو مسجد میں اپنے طریق کے مطابق عبادت کی اجازت دی۔ چنانچہ عیسائیوں نے مسجد نبوی ﷺ میں مشرق کی طرف منہ کر کے عبادت کی۔ (زرقانی جلد ۴ صفحہ نمبر ۱۳۵)

ب۔ طائف کا مشرک سردار: فتح مکہ کے بعد طائف سے بنو ثقیف کے مشرکین کا ایک وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کی سربراہی عبد یالیل نامی وہی سردار کر رہا تھا۔ جس نے آنحضرت ﷺ کے سفر طائف کے دوران آپ کو انتہائی دکھ دیا تھا۔ اس وفد کے قیام کے لئے حضور ﷺ نے مسجد نبوی میں خیمے نصب کروائے۔ بعض صحابہ نے یہ بھی کہا کہ: 'آپ ان کو مسجد میں ٹھہراتے ہیں حالانکہ وہ مشرک ہیں اور مشرک نجس ہوتے ہیں'۔ آپ نے فرمایا کہ 'یہ ارشاد الٰہی دلوں کی گندگی کے لئے ہے اور شرک کی نجاست خدا کی زمین کو ناپاک نہیں کیا کرتی'۔ (احکام القرآن جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۱۰۹ بحوالہ اسلام اور غیر مسلم رعایا از ملک سیف الرحمٰن صاحب صفحہ ۲۳)

بلا لحاظ عقیدہ باہمی تعاون

اختلاف عقیدہ کے ساتھ باہم تعاون کی سب سے اعلیٰ مثال وہ میثاق مدینہ ہے جو آنحضرت ﷺ نے مدینہ کی پہلی مسلم حکومت کے آئین کے طور پر منظور فرمایا اور جس کے فریق، مسلمان، یہود اور مشرکین تھے۔ اس معاہدے میں غیر مذاہب کے لوگوں کو مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم قرار دیا گیا۔ اور سب کو اپنے عقائد پر رہنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی آزادی کا حق تسلیم کیا گیا۔ چند شقیں درج ذیل ہیں :

الف۔ تمام مذاہب کے لوگ اور تمام اقوام و قبائل ایک امت مانی جائیں گی۔

ب۔ کسی فریق کی جنگ کی صورت میں مسلمان غیر مسلموں کی مدد کریں گے اور غیر مسلم، مسلمانوں کی اعانت کریں گے۔

ج۔ یہود کے تعلقات جن قوموں سے دوستانہ ہوں گے ان کے حقوق مسلمانوں کی نظر میں یہود کے برابر ہوں گے۔

(سیرت ابن ہشام اردو جلد اول صفحہ نمبر ۴۴۲-۴۳۹ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

حیرت انگیز مذہبی آزادی کا قیام

آنحضرت ﷺ نے حیرت انگیز مذہبی آزادی کو قائم فرمایا۔ اس آزادی کے تین تابناک رخ درج ذیل ہیں۔

الف۔ اپنے دین پر قائم رہنے کی آزادی:

دین حق میں جبر نہیں اس لئے آپ ﷺ کی زندگی میں جہاں بھی غلبہ ہوا۔ وہاں رہنے والے غیر مسلموں کو اپنے مذہب پر قائم رہنے کی مکمل آزادی دی گئی جیسے:

۱۔ پہلی اسلامی ریاست مدینہ میں بسنے والے یہود و مشرکین

۲۔ خیبر کے یہودی

۳۔ فتح مکہ کے بعد وہاں کے مشرکین

سب کو مکمل مذہبی آزادی رہی۔

نجران کے عیسائیوں سے جو معاہدہ ہوا اس میں انہیں مکمل مذہبی آزادی دی گئی۔ اس میں منجملہ اور باتوں کے لکھا گیا:

'مسلمان ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کریں گے۔ ان کا کوئی گرجا گرایا نہیں جائے گا۔ نہ ہی کسی اسقف* یا کسی پادری کو بے دخل کیا جائے گا۔ اور نہ ہی ان کے حقوق میں کوئی تبدیلی یا کمی بیشی ہو گی۔ نہ انہیں ان کے دین سے ہٹایا جائے گا۔ اور ان پر کوئی ظلم یا زیادتی نہیں ہو گی۔' (ابو داؤد کتاب الخراج)

ب۔ بلا شرطِ ایمان عام معافی :

فتح مکہ کے موقع پر بلا شرطِ ایمان مخالفین کو عام معافی دی گئی۔ ان معافی پانے والوں میں دین حق کے کئی بڑے بڑے دشمن بھی شامل تھے جیسے:

ابو سفیان، ہندہ، عکرمہ، حضرت حمزہؓ کا قاتل وحشی اور آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا قاتل ہبار

ج۔ مسلمان نہ ہونے کے اعلانیہ اظہار کے باوجود دشمن کو معافی :

مشرک سردار صفوان بن امیّہ نے جنگ بدر کے بعد عمیر بن وہب کو زہر میں بجھی تلوار کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو نشانہ بنانے کے لئے مدینہ بھیجا۔ فتح مکہ کے بعد بھاگ کر جدّہ چلا گیا۔ اس کے چچا زاد نے امان کی درخواست کی۔ آنحضور ﷺ نے امان دی اور اپنا عمامہ بطور نشانی عطا فرمایا۔ جس پر صفوان لوٹ آیا۔ لیکن بجائے ایمان لانے کے یہ کہا :

'میں تمہارا دین ابھی قبول نہیں کروں گا مجھے دو مہینے کی مہلت دو '

آپ ﷺ نے جواباً فرمایا: 'دو نہیں تم چار مہینہ لے لو'

یوں یہ ایک دشمن کو ایمان نہ لانے کے اعلانیہ اظہار کے باوجود معافی تھی۔

(سیرت حلبیہ اردو جلد سوم نصف اول صفحہ ۲۸۷-۲۸۶۔ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی ۱۹۹۹)

حاصل کلام

آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مذہبی رواداری کی یہ حیرت انگیز تعلیم اور اس کے مطابق آپ ﷺ کا روشن اسوہ حسنہ، تنگ نظری، تعصب اور انسانی بھائی چارے کو کچلنے والے تمام محرکات کی مؤثر نفی کرتا ہے۔ اور یوں یہ انسانیت پر آپ ﷺ کا ایک عظیم احسان ہے۔ جس کا احساس کرکے ہر دل آپ ﷺ کی محبت سے بھر جاتا ہے اور زبانوں پر بے اختیار یہ الفاظ آجاتے ہیں اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد۔

آج ہر طرف تعصب اور تنگ نظری کے اندھیرے پھیلے ہوئے ہیں۔ جنہیں روشنی میں بدلنے کی خاطر آنحضرت ﷺ کے اس مبارک اسوہ کا خوب پرچار کرنے کی ضرورت ہے۔ تا لوگوں کے علم میں آئے کہ قرآنی تعلیم کی رو سے ہر شخص کو ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل ہے۔ تمام مذاہب کے بانی اور پیشوا عزت اور احترام کے مستحق ہیں۔ اور باہمی اچھے تمدنی اور معاشرتی تعلقات کے قیام اور معاملات کے کرنے میں مذہبی عقیدہ کا فرق بے تعلق بات ہے۔

* مشکل لفظ: اُسْقُفٌ معنی: مسیحی دینی پیشوا اور حاکم، پادری، عیسائی عالم

بحضور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

نئے سال کی مبارک باد

پروفیسر مبارک احمد عابدؔ

سورج نے نیا کرنوں کو انداز دیا ہے
گلدانِ زمانہ میں نیا پھول سجا ہے
یوں وقت نے ہے اپنا قدم آگے بڑھایا
دُنیا میں نئے سال کا آغاز ہوا ہے

پھیلا ہے صبحِ نَو کا نیا نور چمن میں
نَو خیز اجالے ہیں ہر اک کوہ ودمن میں
عمروں میں تفاوت ہوا بدلے ہیں مہ و سال
تقویم میں بھی فرق ہے صفحاتِ زمن میں

آقا ہوں نئے سال کے لمحات مبارک
ہر جا پہ ہر اِک گام ہوں دن رات مبارک
جو آپ کے آنگن میں برستی رہے پریتم
ہر آن وہ خوشیوں کی ہو برسات مبارک

اے قافلہ سالار ترا عزمِ قیادت
یا سیّدی یہ آپ کی پُر نور سیادت
امسال بھی یہ مہدیٔ دوران کی ضَو کی
کچھ اور بھی پھیلائے گی اس دنیا میں جُودت

آقا یہ نیا سال ہو خوشیوں کا خزانہ
خوشبوئے خلافت سے مہک اُٹھے زمانہ
ہر سمت ہو یوں امن و اماں ' چاہتِ انساں
گائے یہ جہاں سارا اخوّت کا ترانہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور امن عالم

طاہر محمود احمد مربی سلسلہ۔ نظارت اشاعت ربوہ

خدائے علیم و حکیم نے دنیا کو پہلے سے خبردار کر دیا تھا کہ آخری زمانہ میں آدم اور شیطان کا دوبارہ معرکہ ہو گا جس میں شیطان اپنے پورے لاؤ لشکر کے ساتھ میدانِ کارزار میں نکلے گا۔ اپنی پوری طاقت کا مظاہرہ کرے گا۔ دوسری طرف خدائے جلّ شانہٗ آدمِ ثانی کو دعا کے ہتھیاروں کے ساتھ اس فیصلہ کن جنگ کے لئے مبعوث کرے گا جس کے سامنے دشمن ٹھہر نہیں سکے گا اور پُر امن طریق سے فتح و ظفر خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے جری ءاللہ فی حلل الانبیاء کے قدم چومے گی۔

"لکھا ہے کہ جب مسیح موعود ظاہر ہو جائے گا تو سیفی جہاد اور مذہبی جنگوں کا خاتمہ ہو جائے گا کیونکہ مسیح نہ تلوار اُٹھائے گا اور نہ کوئی اور زمینی ہتھیار ہاتھ میں پکڑے گا بلکہ اُس کی دُعا اُس کا حربہ ہو گا اور اُسکی عقدِ ہمت اُس کی تلوار ہو گی۔ وہ صلح کی بنیاد ڈالے گا اور بکری اور شیر کو ایک ہی گھاٹ پر اکٹھے کرے گا اور اس کا زمانہ صلح اور نرمی اور انسانی ہمدردی کا زمانہ ہو گا۔ ہائے افسوس کیوں یہ لوگ غور نہیں کرتے کہ تیرہ سو برس ہوئے کہ مسیح موعود کی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مونہہ سے کلمہ یَضَعُ الْحَرْب جاری ہو چکا ہے۔"

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۸)

موجودہ حالات

اگر آجکل دنیا پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ساری دنیا ایک غیر معمولی بے چینی کا شکار ہو رہی ہے۔ اسلامی ممالک میں حیرتناک تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ افراد کے دل سکون سے عاری ہیں اور انسانی دماغ افکار کی آماجگا بن رہے ہیں۔ افراد بھی غیر مطمئن ہیں، قومیں بھی بے تاب ہیں اور ممالک ہر گھڑی ہولناک خطرہ محسوس کر رہے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ انسانیت تباہی کے گڑھے کے کنارے پر ہے اور خوفناک بربادی کے بادل قوموں اور ملکوں کے سروں پر منڈلا رہے ہیں۔ ہر ملک کے سیاست دان آنے والے خطرہ کے پیش نظر اپنی حفاظت کے خیال سے یا اسے اپنے دشمنوں کی بیخ کنی کی نیت سے تباہ کن اسلحہ کی تیاری میں ایک دوسرے سے سبقت لے جا رہے ہیں۔ ایٹمی ایجادات کی دوڑ لگی ہوئی ہے۔ ملکوں کی آمدنی کا بہت گراں قدر حصہ ہتھیاروں کی تیاری میں صرف ہو رہا ہے۔ بظاہر وہ یہ سب کچھ امنِ عالم کے نام پر کر رہے ہیں مگر دور بین نگاہیں دیکھ رہی ہیں کہ یہ طور طریقے امن قائم کرنے کے نہیں بلکہ تباہ و بربادی کے ہیں۔

مادی ترقیات نے انسان کو دنیا کے حصول کے لئے دیوانہ کر رکھا ہے۔ ہر جگہ استحصال بالجبر اور ناجائز ذرائع سے حصولِ زر کے لئے زبردست جنگ جاری ہے۔ اخلاقی اقدار کو خیر باد کہہ دیا گیا ہے اور باہمی اخوت اور للّٰہی ہمدردی ایک قصہ پارینہ ہو کر رہ گئی ہے۔

ان حالات میں افراد کے دل بھی سکون اور طمانیت سے خالی ہیں اور قومیں بھی بہ حیثیت مجموعی امن کی نعمت سے محروم نظر آتی ہے۔ پس آج دنیا اَمن کا گہوارہ کیسے بن سکتی ہے؟ اس کا جواب صرف اور صرف امن پسند جماعت احمدیہ یعنی حقیقی اسلام سے ہی مل سکتا ہے، جس کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رکھی تھی۔

لڑائی جھگڑوں کی وجوہات

۱۔ مذہبی اور اعتقادی

مذہبی اختلافات اور نظریاتی تضاد پر مبنی لڑائیاں اَمن کو برباد کر دیتی ہیں۔ قوموں اور ملکوں میں نہ ختم ہونے والی جنگ کا آغاز کر دیتی ہیں۔

۲۔ مادی اور جسمانی

مادی حرص و ہوس میں انسان اندھے ہو جاتے ہیں۔ حقائق ان کی نظر سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ ناجائز ذرائع کو استعمال کر کے وہ دوسروں کی حق تلفی کرتے ہیں اور ظلم کے نتیجہ میں تباہی اور بربادی کا باعث بن جاتے ہیں۔ یہ موجبات بھی امن کو تہ و بالا کر دیتے ہیں اور انسانوں کے سکون کو چھین لیتے ہیں اور مسلسل بے چینی پیدا کر دیتے ہیں۔

اگر غور کیا جائے تو بڑے بڑے ممالک کی موجودہ سرد جنگ نظریاتی جنگ ہے جس میں آخر تباہ کن آلات استعمال ہوسکتے ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے مذاہب میں اعتقادی اختلافات موجبِ پرخاش بن جاتے ہیں، جس سے ماضی میں نہایت بھیانک جنگیں ہوچکی ہیں اور اگر آج بھی یہ اختلاف شدت اختیار کر جائیں تو دنیا کا امن برباد ہو سکتا ہے۔ اقتصادی غلبہ کا خیال بھی قوموں کے لئے بربادی کا باعث بن رہا ہے۔ غرض دنیا کی موجودہ بے چینی کے اسباب و موجبات انہی دو قسموں میں محدود ہیں یا وہ اعتقادی اور نظریاتی ہیں یا مادی اور اقتصادی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان موجبات اور اسباب کا ازالہ کئے بغیر دنیا کی حالت بدل نہیں سکتی اور قلوب میں امن پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اب ہم دنیا کی موجودہ بے امنی کی حالت اور اس کے موجبات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اسلام کے پیش کردہ اصولوں پر غور کریں جن سے وہ دنیا کے افراد کو امن کا پیغام دیتا ہے اور اُن کے قلوب میں سکینت اور اطمینان پیدا کرنے کی راہ بتاتا ہے۔

امن پیدا کرنے کے بہترین اُصول

اسلام نے ہر قسم کے موجبات نزاع و بے اَمنی کے حل کے لئے دونوں قسم کے اُصول بیان فرمائے ہیں۔ اس نے اعتقادی اور نظریاتی طور پر بھی ہماری راہ نمائی کی ہے اور مادی اور اقتصادی رنگ میں بھی پر امن اور اعلیٰ تعلیمات پیش کی ہیں۔ میں اسلام کے پیش کردہ احسن طریق بیان کرتا ہوں۔ ان پر عمل پیرا ہونے سے دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے اور انسانی قلوب اطمینان سے لبریز ہوسکتے ہیں۔

توحیدِ خالق

اعتقادی اور نظریاتی طور پر اسلام نے بنیادی طریق یہ پیش فرمایا ہے کہ ساری دنیا، سارے ملکوں اور ساری کائنات کا ایک خالق ہے۔ ایک مالک ہے۔ ایک پیدا کرنے والا ہے۔ ہم سب انسان، گورے ہوں یا کالے، سب اس کے بندے ہیں اور وہ ہم سب کا اکیلا ربّ ہے۔ ہر انسان اپنے اعمال اور اقوال کے لئے اس کے سامنے جوابدہ ہے۔

اسلام کا یہ عقیدہ واقعاتی طور پر درست اور حقیقت ہونے کے علاوہ دنیا کے امن کے لئے بمنزلہ ایک بنیادی چٹان ہے۔ اس عقیدہ سے دل کی پاکیزگی کے علاوہ اخلاقی قدریں پیدا ہوتی ہیں۔ انسانوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے اور وہ سب اپنے خدا کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔

توحید باری تعالیٰ جو دنیا سے مفقود ہوتی جارہی تھی، حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کو دوبارہ دنیا میں قائم کیا اور اس کی محبت دلکش انداز سے دلوں میں بٹھادی۔ آپ فرماتے ہیں۔

”ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوب صورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھادوں۔ کس دَف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔“ (کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد۱۹ صفحہ ۲۱,۲۲)

باہمی مساوات

عقیدہ توحید باری تعالیٰ اَمن کے قیام کے لئے دوسرے بنیادی اصل کی اَساس بھی ہے۔ مراد اس سے انسانوں کی باہمی مساوات ہے۔ اسلام کی تعلیم کے مطابق اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے۔ وہ سب کا خالق ہے اور وہ سب انسان یکساں طور پر برابر اس کے بندے ہیں۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے مشرق و مغرب یا گورے کالے کا کوئی امتیاز نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَاأَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ (الحجرات:۱۴)

ترجمہ: کہ سب لوگ ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں۔ گروہ اور قبیلے صرف باہمی تعارف کا ذریعہ ہیں نہ اس سے زیادہ نہ اس سے کم۔ انسانوں میں سے اللہ کے ہاں زیادہ باعزت وہی ہے جو زیادہ نیکو کار اور تقویٰ شعار ہے۔

جب سب لوگ برابر ہیں تو انسانوں کو اعلیٰ و اَدنیٰ قرار دے کر دنیا میں بدامنی کی لہر پیدا کرنا خطرناک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَايَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ کہ کوئی قوم اپنے آپ کو دوسری قوم سے بہتر اور اعلیٰ ٹھہرا کر دوسروں کی تحقیر نہ کرے کیونکہ مستقبل کی جدوجہد سے ہی پتہ لگے گا کہ بنی نوع انسان کے لئے کس کا وجود زیادہ مفید اور فائدہ مند ہے۔

"تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا سو اس کا مجھ میں حصہ نہیں۔"

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۲,۱۳)

اسلام کے ظہور کے وقت قوموں میں عداوتیں موجود تھیں۔ اَچھوت اور برہمن کی تمیز کار فرما تھی۔ غلام اور آقا کی تفریق نے انسانوں کے حصے بخرے کر دیئے تھے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

لَايَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَاَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔ (المائدہ:۹)

دیکھو کسی قوم کی پرانی دشمنی تمہیں آج اللہ تعالیٰ کے اس اصل کو ماننے سے نہ روکے کہ سب قومیں برابر ہیں۔ تمہیں بہرحال اس نظریہ کو اپنانا چاہیے۔ اسی سے امن قائم ہوگا۔ اسی سے انصاف کی بنیاد رکھی جائے گی۔ یہی تقویٰ کی راہ ہے۔

تمام انبیاء کا احترام

اسلامی قضاء کے سامنے سب برابر ہیں۔ شہری حقوق میں اسلامی نقطہ نگاہ سے کافر اور مومن یکساں ہیں۔ اسلام کے اس مساوات کے نظریہ کا لازمی نتیجہ تھا کہ اسلام یہ تسلیم کرتا ہے کہ وہ خدا جو ربّ العالمین ہے اسرائیلیوں یا اسماعیلیوں ہی کا خدا نہیں بلکہ سب جہانوں کا ربّ ہے۔ جس طرح اس نے سب انسانوں کے اجسام کی بقا اور حفاظت کے لئے غذا مہیا کی، اسی طرح ضروری تھا کہ وہ سب انسانوں کی ارواح کی بقاء اور نشوونما کے لئے ہر قوم کی ہدایت کا سامان بھی کرتا۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ کہ خدا کی طرف سے ہر قوم میں نبی اور رسول گزرے ہیں۔ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ ہر قوم کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہادی اور راہنما بھیجے ہیں۔ یہ عقیدہ ایک واضح صداقت اور عالمگیر قانون کے مطابق ہے۔ علاوہ ازیں اس سے امنِ عالم کی نہایت مستحکم بنیاد رکھی جاتی ہے۔ ہر مذہب کے پیرو اپنے اپنے پیشوا کی عزت و احترام کے قیام کے لئے فدا ہونے کے لئے تیار ہیں۔ مگر باقی اہل مذاہب تو صرف اپنے اپنے مذہب اپنی اپنی قوم کے نبیوں اور رشیوں پر ایمان لاتے ہیں۔

دوسرے ملکوں اور قوموں کے نبیوں پر ان کے ہاں ایمان لانے کے لئے کوئی تاکید نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف مذاہب کے بعض غلط کار پیرو دوسرے مذاہب کے مقدسوں کی بے حرمتی کا ارتکاب کر کے اَمن کو برباد کرنے والے بن جاتے ہیں۔ اسلام نے کہا ہے کہ دوسروں کی دلآزاری نہ کرو بلکہ اس نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ مشرق و مغرب کے سب رشیوں اور نبیوں کو خدا کا برگزیدہ تسلیم کریں۔ وہ گورے اور کالے سب انسانوں کے پیشواؤں کو اپنا نبی اور رسول یقین کرتے ہیں کیونکہ خدائے ربّ العالمین نے ان جملہ راستبازوں اور مختلف قوموں اور مختلف ملکوں میں اور مختلف زبانوں میں صداقت کے قائم کرنے والے کے لئے نورانی مشعلیں جلا رکھی ہیں۔

"پس یہ اصول نہایت پیارا اور اَمن بخش اور صلح کاری کی بنیاد ڈالنے والا اور اخلاقی حالتوں کو مدد دینے والا ہے کہ ہم ان تمام نبیوں کو سچا سمجھ لیں جو دنیا میں آئے۔ خواہ ہند میں ظاہر ہوئے یا فارس میں یا چین میں یا کسی اور ملک میں اور خدا نے کروڑہا دلوں میں ان کی عزت اور عظمت بٹھا دی اور ان کے مذہب کی جڑ قائم کر دی اور کئی صدیوں تک وہ مذہب چلا آیا۔ یہی اصول ہے جو قرآن نے ہمیں سکھلایا۔ اسی اصول کے لحاظ سے ہم ہر ایک مذہب کے پیشوا کو جن کی سوانح اس تعریف کے نیچے آگئی ہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں گو وہ ہندوؤں کے مذہب کے پیشوا ہوں یا فارسیوں کے مذہب کے یا چینیوں کے مذہب کے یا یہودیوں کے مذہب کے یا عیسائیوں کے مذہب کے۔"

(تحفہ قیصریہ۔روحانی خزائن جلد ۱۲۔صفحہ ۲۵۹)

اقتصادی نظام

مال و دولت کے باعث جو تنازعات پیدا ہوتے ہیں اسلام نے ان کے حل کے لئے بڑے جامع اصول مقرر فرمائے ہیں۔

قرآن مجید نے خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا کہہ کر کائنات کی ساری نعمتوں کو ساری انسانیت کے لئے عام قرار دیا اور سب لوگوں کو زمین کی مادی نعمتوں سے متمتع ہونے کا حق دیا ہے۔ سرمایہ داری کی اسلام نے مذمت کی ہے فرماتا ہے۔ وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (التوبۃ:۳۴) کہ جو لوگ اپنے جمع کردہ سونے اور چاندی پر سانپ کی طرح بیٹھے رہتے ہیں اور بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے انہیں خرچ نہیں کرتے ہیں وہ بڑے ظالم ہیں وہ خدا کی ناراضگی کو حاصل کریں گے۔

اسلامی قانون کے مطابق ہر شخص کے لئے ضروریات زندگی کا مہیا ہونا لازمی ہے۔ کسی شخص کو ان سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ سورۃ طٰہٰ میں وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى (طٰہٰ:۱۲۰) میں اسی طرف اشارہ ہے۔ احادیث میں بھی اس کی تصریح ہے۔

اسلام نے قدرتی ذرائع سے سب کے لئے استفادہ کا یکساں حق دیا ہے۔ مگر ساتھ ہی انسانوں کی استعدادوں کی منصہ شہود پر لانے کے لئے اپنی کاہلی اور تعطل سے بچانے کے لئے اور ان کی اخلاقی ترقی کیلئے ان میں سے ہر ایک کی ملکیت کے حق کو تسلیم کیا ہے۔

اگر آپ اسلام کے اس ترقی بخش اور عافیت خیز قانون کی تفصیلات پر غور فرمائیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ سرمایہ داری اور بالشوازم ایسی دو انتہائیں ہیں جن سے انسانوں میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ ہاں اسلامی نظریہ اقتصادیات درمیانی کامیاب راہ ہے۔

اسلام Capitalism کے خلاف ہے۔ اس نے اس کو ختم کرنے کے لئے تفصیلی احکام جاری فرمائے ہیں۔ مجملاً عرض ہے کہ اس نے

۱۔ ورثہ کو جاری فرمایا۔ ۲۔ سُود کو حرام ٹھہرایا۔
۳۔ تعاونی قرض کی تلقین کی۔ ۴۔ تجارت کی ترغیب دی۔
۵۔ صدقہ وخیرات اور کفارات مقرر فرمائے۔

دوسری طرف اسلام نے ہر انسان کو محنت کر کے کھانے کا حکم دیا۔ بھیک مانگنے کو ایک لعنت قرار دیا۔ بیکاری کو شیطانی کام ٹھہرایا۔

اگر ہر انسان اپنے کام میں منہمک ہو اور ان پاکیزہ نظریات کا قائل ہو تو دنیا میں امن و طمانیت کا دَور دورہ ہو سکتا ہے اور فساد اور بے امنی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اخلاقی تعلیمات میں قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (النور:۳۱) ایک بہترین تجویز ہے جس سے امن کے قیام میں مدد ملتی ہے۔ اس ضمن میں بھی مکمل ضابطہ موجود ہے۔

جمہوری نظام

اسلام نے امن کی بنیاد رکھی ہے۔ حکومت ایک امانت قرار دیا ہے اور فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا (النساء:۵۹)۔ اے انتخاب کرنے والو! یہ حکومت اور اقتدار کی امانت اپنے ووٹ کے ذریعے اُن لوگوں کے سپرد کرو جو واقعی اس کے اہل ہوں اور پھر آیت کے اگلے حصہ میں منتخب ہونے والے نمائندوں سے فرماتا ہے۔ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ کہ جب تم اقتدار حاصل کرو کسی کی جنبہ داری سے کام نہ لو۔

حکومت کے جملہ معاملات کو طے کرنے کے لئے اسلام نے اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ کا ارشاد فرمایا ہے کہ سب معاملات مشورہ سے طے ہونے چاہئیں۔

اسلام استبدادیت کا سخت مخالف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ۔ تو اس پر داروغہ نہیں۔ ان پر ان کی طوعی اطاعت کے بغیر ظالمانہ حکمرانی کرنے والا نہیں۔

ظاہر ہے کہ دنیا کے لئے جمہوری نظام ہی امن عالم کا ذریعہ ہے اگر آج بھی دنیا کے لوگ اسلام کی ہدایت کے مطابق صحیح اسلامی جمہوری نظام کو اپنا لیں تو دنیا میں امن قائم ہو جاتا ہے۔

با اختیار مصالحتی نظام

اسلام نے صلح اور محبت کی تلقین فرمائی ہے۔ افراد اور قوموں کو باہمی امن سے رہنے کی ہدایت کی ہے۔ ظلم اور بے انصافی سے روکا ہے اور یہاں تک فرمایا۔

وَاِنۡ طَآئِفَتَانِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا فَاِنۡۢ بَغَتۡ اِحۡدٰٮهُمَا عَلَى الۡاُخۡرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىۡ تَبۡغِىۡ حَتّٰى تَفِىۡٓءَ اِلٰٓى اَمۡرِ اللّٰهِ فَاِنۡ فَآءَتۡ فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا بِالۡعَدۡلِ وَاَقۡسِطُوۡا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُقۡسِطِيۡنَ۔ (الحجرات:۱۰)

ترجمہ: لڑنے والے اور ایک دوسرے پر ظلم کرنے والے دو گروہوں میں صلح کراؤ۔ اگر ایک فریق ظلم پر اصرار کرے اور اپنی تعدی سے باز نہ آئے تو باقی امن پسند اقوام کا فرض ہے کہ ظالم کے ہاتھ کو ظلم سے روکنے کے لئے سب اکٹھے ہو کر اس کا مقابلہ کریں اور اسے ظلم سے باز رکھیں۔ ہاں جب ظالم باز آجائے تو عدل وانصاف سے فیصلہ کر دیا جائے۔

یہ اصول ہی دراصل لیگ آف نیشنز اور اَب جمعیتِ اقوام متحدہ کے لئے بنیادی ہدایت ہے مگر افسوس، قرآن مجید کے اس اصل میں غیر جانبداری اور عدل کی جو لازمی شرط ہے وہ دوسرے نظاموں میں موجود نہ ہونے کے باعث انہیں اَمن عالم کے قائم کرنے میں ناکام بنا رہی ہے۔ کاش! مغربی قومیں اور اپنی جمعیتوں میں اَقۡسِطُوۡا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُقۡسِطِيۡنَ کے حکم پر عمل پیرا ہوں۔

"خدا حکم فرماتا ہے کہ تمام دُنیا کے ساتھ تم عدل کرو یعنی جس قدر حق ہے اُسی قدر لو اور انصاف سے بنی نوع کے ساتھ پیش آؤ اور اس سے بڑھ کر یہ حکم ہے کہ تم بنی نوع سے احسان کرو یعنی وہ سلوک کرو جس سلوک کا کرنا تم پر فرض نہیں محض مروّت ہے۔ مگر چونکہ احسان میں بھی ایک عیب مخفی ہے کہ صاحبِ احسان کبھی ناراض ہو کر اپنے احسان کو یاد بھی دلا دیتا ہے۔ اس لئے اِس آیت کے آخر میں فرمایا کہ کامل نیکی یہ ہے کہ تم اپنے بنی نوع سے اِس طور سے نیکی کرو کہ جیسے ماں اپنے بچہ سے نیکی کرتی ہے کیونکہ وہ نیکی محض طبعی جوش سے ہوتی ہے نہ کسی پاداش کی غرض سے یہ دِل میں ارادہ ہی نہیں ہوتا کہ یہ بچہ اس نیکی کے مقابل مجھے بھی کچھ عنایت کرے۔"

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۸۸)

حقوق وفرائض کا مکمل ضابطہ حیات

اَمن دل سے تعلق رکھتا ہے۔ اخلاق پر اس کی نبیاد ہے۔ اس لئے اسلام نے روحانیت اور اخلاق کے لئے اعلیٰ لائحہ عمل پیش کیا ہے۔ انسانی حقوق کی پوری تفصیل پیش کر دی ہے۔ گھر کے افراد میاں بیوی سے لے کر ملکی سلطنت تک، اور ایک ملک کی سلطنت سے لے کر عالمگیر حکومت تک کے متعلق ایسے تفصیلی احکام دیئے ہیں جن سے ہر شخص کو اپنے حقوق اور اپنی ذمہ داریوں کا پتہ لگ جاتا ہے۔ فساد کی بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگ اپنے حقوق تو لینا چاہتے ہیں مگر اپنے فرائض کو ادا کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ لیکن اسلامی ہدایات کی روشنی میں یہ صورت پیدا نہ ہوگی۔ بلکہ ہر شخص، ہر قوم اور ہر ملک اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے گا اور اپنے واجبات کو ادا کرے گا۔ اپنے حقوق کو حاصل کرنے کا کام کرنے والے کو اُجرت ملے گی اور مالک کو اس کا حق مل جائے گا۔ چونکہ فساد کی ایک بڑی وجہ مکمل اور منصفانہ ضابطہ نہ ہونا ہے اور اسلام نے اس کمی کو پورا کر دیا ہے۔ اس لئے اسلام ہی دنیا میں امن قائم کر سکتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی جامعیت ہے علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور اسوۂ حسنہ پیش کر کے عملی تصویر بھی دکھادی ہے۔

"حقوق العباد میں ظلم وزیادتی نہ کرو۔ اپنے فرائض منصبی نہایت دیانت داری سے بجالاؤ۔"

(ملفوظات جلد ا صفحہ ۲۶۵ ایڈیشن ۱۹۸۵ء مطبوعہ انگلستان)

"ابھی تو تم لوگ مخلوق کے حقوق کو بھی کما حقہ' ادا نہیں کرتے۔ بہت سے ایسے ہیں جو آپس میں فساد اور دشمنی رکھتے ہیں اور اپنے سے کمزور اور غریب شخصوں کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں اور بدسلوکی سے پیش آتے ہیں اور ایک دوسرے کی غیبتیں کرتے اور اپنے دلوں میں بغض اور کینہ رکھتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم آپس میں ایک وجود کی طرح بن جاؤ اور جب تم ایک وجود کی طرح ہو جاؤ گے اس وقت کہہ سکیں گے کہ اب تم نے اپنے نفسوں کا تزکیہ کر لیا۔ کیونکہ جب تک تمہارا آپس میں معاملہ صاف نہیں ہو گا اس وقت تک خدا تعالیٰ سے بھی معاملہ صاف نہیں ہو سکتا۔ گو ان دو قسموں کے حقوق میں بڑا حق خدا تعالیٰ کا ہے مگر اس مخلوق کے ساتھ معاملہ کرنا یہ بطور آئینہ کے ہے۔ جو اپنے شخص اپنے بھائیوں سے صاف صاف معاملہ نہیں کرتا وہ خدا تعالیٰ کے حقوق بھی ادا نہیں کر سکتا۔"

(ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۴۰۷ جدید ایڈیشن)

آزادیٔ مذہب

جبر و اکراہ سے دنیا اور مذہب میں فساد برپا ہوتا ہے۔ اسلام نے مذہبی جبر کو اتنا ناپسند فرمایا اور اسے امن عالم کے لئے اتنا مضر ٹھہرایا ہے کہ اسلام نے سب سے پہلے آزادیٔ مذہب کے مخالفین کی چیرہ دستیوں کے خلاف محاذ قائم کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرتِ مدینہ کے بعد سب سے پہلا اہم کام یہ فرمایا کہ ایک میثاق کے ذریعہ مدینہ کے یہود، مشرکین اور مسلمانوں کو باہم آزادی سے رہنے کا پابند بنایا۔ ہر گروہ کو اپنے مذہب کی آزادی تھی۔ صرف دلیل اور برہان کے ذریعہ ایک دوسرے کو تبلیغ کی جاسکتی تھی۔ میثاقِ مدینہ کی روح سے اہل شہر مذہبی آزادی کے علمبردار تھے اور تشدد اور زبردستی کے خلاف متفق تھے۔

اسی لئے یہ شرط بھی تھی کہ اگر باہر سے شہر پر کوئی حملہ آوار ہو تو سب مل کر دفاع کریں گے۔ البتہ اگر کسی خاص گروہ کے مخالفین حملہ کریں تو اس گروہ کے افراد اپنا دفاع کریں گے باقی اہل مذاہب امن اور صلح سے شہر کی اندرونی حفاظت میں پورے شریک ہوں گے۔

جب قریش مکہ نے جو جبر کے حامی تھے، مظلوم مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے مدینہ پر حملہ کیا تو اسلام نے ان ظالموں کے خلاف دفاعی جنگ کا اعلان فرمایا۔ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ (الحج:۴۰) کہ آج مظلوم مسلمانوں کو جن سے خواہ مخواہ جنگ چھیڑی جارہی ہے ہم اجازت دیتے ہیں کہ وہ بھی اپنا دفاع کریں یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی مدد و نصرت پر قادر ہے۔

گویا اسلامی جنگوں کی بنیاد کفار کے جبر و تشدد کے دفاع کے لئے ہوئی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (البقرۃ:۲۵۷)

ترجمہ: دین کے معاملہ میں جبر ہر گز روا نہیں۔ ہدایت گمراہی سے بالکل واضح ہو چکی ہے۔ مذہب کی بنیاد دلیل اور برہان پر ہے۔

اگر اسلام کے اصل کو تسلیم کر لیا جائے اور ہر ملک کے باشندوں کو مذہبی آزادی کے ساتھ ساتھ حقِ خود اختیاری بھی حاصل ہو تو یقیناً دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے اور نہایت اچھی فضا میں باہمی سمجھوتے ہو سکتے ہیں۔

”مذہبی امور میں آزادی ہونی چاہیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرۃ:۲۵۷) کہ دین میں کسی قسم کی زبردستی نہیں ہے۔ اس قسم کا فقرہ انجیل میں کہیں بھی نہیں ہے۔ لڑائیوں کی اصل جڑ کیا تھی۔ اس کے سمجھنے میں ان لوگوں کو غلطی ہوئی ہے۔ اگر لڑائی کا ہی حکم تھا تو تیرہ برس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تو پھر ضائع ہی گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آتے ہی تلوار نہ اُٹھائی۔ پس لڑنے والوں کے ساتھ لڑائیوں کا حکم ہے۔ اسلام کا یہ اصول کبھی نہیں ہوا۔“ (ملفوظات جلد ۲۔ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۶۵۲)

”مذہبی آزادی کا دَروازہ کسی حد تک کھلا رہنا ضروری ہے تا مذہبی علوم اور معارف میں لوگ ترقی کریں اور چونکہ اس عالم کے بعد ایک اَور عالم بھی ہے جس کے لئے ابھی سے سامان چاہئیے۔ اس لئے ہر ایک حق رکھتا ہے کہ نیک نیتی کے ساتھ ہر ایک مذہب پر بحث کرے اور اس طرح اپنے تئیں اور نیز بنی نوع کو نجات اُخروی کے متعلق جہاں تک سمجھ سکتا ہے اپنی عقل کے مطابق فائدہ پہنچاوے۔“

(کتاب البریہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۳۱۶)

”میں اس بات کا مخالف ہوں کہ دین کے لئے تلوار اُٹھائی جائے اور مذہب کے لئے خدا کے بندوں کے خون کئے جائیں اور مَیں مامور ہوں کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے ان تمام غلطیوں کو مسلمانوں میں سے دُور کر دوں اور پاک اخلاق اور برُدباری اور حلم اور انصاف اور راستبازی کی راہوں کی طرف اُن کو بلاؤں۔ مَیں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دُنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ مَیں بنی نوع سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ مَیں صرف اُن باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بد عملی اور ناانصافی اور بد اخلاقی سے بیزاری میرا اُصول۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد ۳۔ اشتہار نمبر ۲۲۵ صفحہ ۳۴۲)

معاہدات کی پابندی

جب قومیں مختلف ہیں اور حکومتوں کی پالیسی الگ الگ ہے تو ظاہر ہے کہ دنیا کا امن قوموں اور حکومتوں کے باہمی معاہدات پر موقوف ہوتا ہے۔ لیکن اگر معاہدات کو محض کاغذ کا پرزہ قرار دے دیا جائے تو پھر اَمن کا خیال غلط ہے۔

اسلام نے حکم دیا ہے کہ ہمیشہ صاف بیانی سے اور سچائی سے کام لیا جائے۔ اپنی گواہی اور اپنے بیان اور اپنے معاہدات میں قولِ سدید کو اختیار کیا جائے۔ قُوۡلُوۡا قَوۡلًا سَدِیۡدًا کا حکم دیا گیا ہے اور سچی گواہی کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ خواہ اس سچی گواہی کا نقصان تم کو یا تمہارے اعزہ واقرباء یا تمہارے ماں باپ کو بھی پہنچے تمہارے لئے بہر حال سچ بولنا ضروری ہے جھوٹ یا جھوٹ سے ملوث ڈپلومیسی اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ فرمایا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ بِالۡقِسۡطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوۡ عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ اَوِ الۡوَالِدَیۡنِ وَالۡاَقۡرَبِیۡنَ (النساء:۱۳۶)

ایک طرف صاف گوئی اور صداقت شعاری کی یہ تلقین کی ہے تو دوسری طرف اسلام نے معاہدات کی پابندی پر اتنا زور دیا ہے کہ اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ اِنَّ الۡعَهۡدَ کَانَ عَنۡهُ مَسۡـُٔوۡلًا (سورۃ بنی اسرائیل:۳۵) کہ معاہدات کی پوری پابندی کرو کیونکہ عہد کے بارے میں تم سے باز پرس ہو گی۔ اس سلسلہ میں قرآن مجید کی ایک آیت خاص توجہ کے قابل ہے فرمایا۔

...وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ یُهَاجِرُوۡا مَا لَکُمۡ مِّنۡ وَّلَایَتِهِمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ حَتّٰی یُهَاجِرُوۡا وَاِنِ اسۡتَنۡصَرُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ فَعَلَیۡکُمُ النَّصۡرُ اِلَّا عَلٰی قَوۡمٍۭ بَیۡنَکُمۡ وَبَیۡنَهُمۡ مِّیۡثَاقٌ۔ (الانفال:۷۳)

جو لوگ مرکز اسلام سے باہر ایمان لاتے ہیں لیکن ہجرت نہیں کرتے۔ تمہاری ان سے دوستی اسی وقت ہو گی جب وہ ہجرت اختیار کریں گے۔ ہاں اگر ایسے مسلمان دین کی وجہ سے مظلوم ہونے پر تم سے مدد طلب کریں تو ان کی مدد ضرور کی جائے لیکن اگر ان مسلمانوں پر ظلم کرنے والی کافر قوم ایسی ہے جس سے تمہارا معاہدہ ہے تو تم ان کافروں کے خلاف اپنے بھائیوں کی مدد نہیں کر سکتے کیونکہ اس سے معاہدہ شکنی لازم آتی ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدات کی پابندی کا جو بے مثال نمونہ پیش فرمایا ہے وہ تاریخ کا زرّیں ورق ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپؐ نے وہ تمام شرائط منظور کر لیں جو عام مسلمانوں کی نظر میں شکست سے مترادف تھیں۔ آپؐ کی غرض یہ تھی کہ اَمن قائم ہو جائے اور لوگوں کی زندگیاں محفوظ ہو جائیں۔ ان شرائط میں ایک یہ شرط بھی کہ جب قریش کا کوئی آدمی مسلمان ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے گا آپؐ اُسے واپس کرنے کے ذمہ دار ہوں گے۔ عجیب ماجرا ہوا کہ جب شرائط لکھی جارہی تھیں اور ابھی دستخط ہونے باقی تھے ایک نوجوان زنجیروں سے جکڑا ہوا کسی طرح مکہ سے رہائی پاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا اور یہ قریش کے ایلچی سہیل کا بیٹا ابو جندل تھا جسے مسلمان ہو جانے کی پاداش میں جکڑ دیا گیا تھا۔ اس نے مجسم درخواست رحم بن کر کہا کہ مجھے یہاں رکھا جائے اور مکہ واپس نہ کیا جائے۔ اس کی حالت دیکھ کر ڈیڑھ ہزار مسلمانوں کے جذبات اُبھر آئے اور بعض نے کہا کہ ابھی معاہدہ پر دستخط نہیں ہوئے اس لئے ابو جندل کو روک لیا جائے مگر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فیصلہ کیا کہ معاہدہ کے مطابق ابو جندل واپس جائے چنانچہ وہ آخر کار واپس چلے گئے۔

معاہدہ کی پابندی کی یہ ایک نہایت شاندار مثال ہے۔ آج اگر دنیا کے بڑے بڑے ملکوں کے سربراہ معاہدات کی پابندی صحیح معنوں میں کریں تو دنیا کے امن کے لئے کوئی خطرہ نہیں مگر حالت یہ ہے کہ ہر قوم کا سربراہ دوسری قوم کے سربراہ کو اپنے امن پسند ہونے کا یقین بھی دلا رہا ہے مگر ساتھ ہی اسلحہ اور ایٹمی ایجادات کے اضافہ کی دوڑ میں دوسروں سے سبقت بھی لے جارہا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ کسی قوم کو دوسری قوم پر اعتماد نہیں ہے۔ ہر ملک یہ سمجھتا ہے کہ نہ معلوم دوسرا ملک کب حملہ کر دے۔ پس معاہدات کی حقیقی پابندی عالمی امن کی فضاء ہے۔

آخرت پر یقینِ محکم

ساری خرابی کی جڑ یہ ہے کہ افراد اور قومیں آخرت پر یقین نہیں رکھتیں۔ اسی دنیا کو اپنا آخری مقصد سمجھتی ہیں۔ اس لئے ظالمانہ طریقوں سے

اپنی مادی زندگی کو بہتر بنانے میں کوشاں رہتی ہیں اور ناجائز ذرائع سے دوسروں کو نقصان پہنچانے کے درپے رہتی ہیں۔

قرآن مجید نے اس دنیا کی اہمیت کو ضرور قائم کیا ہے۔ مگر ساتھ ہی فرمادیا ہے کہ مرنے کے بعد ایک دائمی زندگی ہے۔ آخرت کی زندگی یقینی ہے جہاں پر ظالم کو پوری سزا دی جائے گی اور ہر مظلوم کو اس کا پورا پورا حق ملے گا اور دائمی راحت نصیب ہوگی۔ اس یقین سے اخلاق بھی سدھر جائیں گے۔ دلوں میں امن و اطمینان بھی پیدا ہوگا اور انسان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ سمجھے گا۔ پھر نہ ظلم ہوگا نہ امن برباد ہوگا۔ دل بھی مطمئن ہوں گے اور ظاہری طور پر بھی امن کا دَور دورہ ہوگا۔

قرآن مجید نے اسی لئے فرمایا ہے کہ خدا اور آخرت پر سچا ایمان دنیا میں امن قائم کر سکتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِیۡنَ هَادُوۡا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیۡنَ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ۚ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ۔ (البقرۃ:۶۳)

سارے مذاہب کے پیروکار اگر حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لے آئیں تو وہ خوف و حزن سے نجات پائیں گے۔ اس آیت میں آخری نجات کا بھی ذکر ہے اور جملہ ایمانیات پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ مگر آیت کا ایک عمومی مطلب یہ بھی ہے کہ دنیوی خوف اور حزن اسی صورت میں دور ہو سکتے ہیں اور اصلی امن تبھی قائم ہو سکتا ہے جب سب لوگ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لے آئیں اور آخرت کی زندگی کے متعلق ان کو یقین ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگ دنیا کے لئے رحمت کے فرشتے اور امن کے پیغامبر ہوں گے اور ان کے وجود سے دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے۔

”تاریخ بہت سی شہادتیں پیش کرتی ہے کہ ہر یک مذہب کے لوگوں میں یہ نمونے موجود ہیں کہ راج اور بادشاہت کی حالت میں بھائی کو بھائی نے اور بیٹے نے باپ کو اور باپ نے بیٹے کو قتل کر دیا۔ ایسے لوگوں کو مذہب اور دیانت اور آخرت کی پرواہ نہیں ہوتی اور وہ لوگ دنیا میں بہت ہی تھوڑے گذرے ہیں جو حکومتوں اور طاقتوں کے وقت میں اپنے غریب شریکوں یا پڑوسیوں پر ظلم نہیں کرتے اور ظاہر ظاہر یا پوشیدہ عملی حکمتوں سے دوسری ریاستوں کو تباہ اور نیست و نابود کرنا نہیں چاہتے اور ان کے کمزور اور ذلیل کرنے کی فکر میں نہیں رہتے مگر ہر یک فریق کے نیک دل اور شریف آدمی کو چاہئے کہ خود غرض بادشاہوں اور رَاجوں کے قصوں کو درمیان میں لا کر خواہ نہ خواہ ان کے بیجا کینوں سے جو محض نفسانی اغراض پر مشتمل تھے، آپ حصہ نہ لے وہ ایک قوم تھی جو گزر گئی ان کے اعمال ان کیلئے اور ہمارے اعمال ہمارے لئے۔ ہمیں چاہئے کہ اپنی کھیتی میں ان کے کانٹوں کو نہ بوئیں اور اپنے دلوں کو محض اس وجہ سے خراب نہ کریں کہ ہم سے پہلے بعض ہماری قوم میں سے ایسا کام کر چکے ہیں۔ ہاں اگر ہم باوجود اپنی دلی صفائی اور سچائی کے اور باوجود اس کے کہ اپنے غیب دان خدا کے رُوبرو صادق اور قوموں کے ہمدرد ہوں اور کوئی بد اندیشی اور کھوٹ ہمارے دل میں نہ ہو پھر بھی کھوٹوں اور بد اندیشوں اور مفسدوں میں سے شمار کئے جائیں تو اس کا علاج ہمارے پاس کچھ نہیں۔“

(ست بچن۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۲۴۲،۲۴۱)

عالمگیر انتباہ

”اَے یورپ تو بھی اَمن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اَے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحدِ یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اُس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا مگر اَب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سُننے کے ہوں سُنے کہ وہ وقت دُور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اِس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اُس سے نہیں ڈرتا وہ مُردہ ہے نہ کہ زندہ۔“

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۶۹)

نعت النبی ﷺ

اُسوۂ مُرسَل سے بہتر راہبر کوئی نہیں	دو جہانوں میں بھی ایسا معتبر کوئی نہیں
اُسوۂِ کامل ہوا، خُلقِ مجسّم ہو گیا	انکساری تھی نمایاں کرّ و فر کوئی نہیں
خوبیاں ہیں اس قدر ملتی نہیں جن کی نظیر	شفقت و رحمت سے پُر ایسی نظر کوئی نہیں
رحمۃ للعالمیں ہے صاحبِ معراج بھی	بڑھ گیا روح الامیں سے ہمسفر کوئی نہیں
جاں کے دشمن کے لئے بھی خیر کی مانگی دعا	ایسی انہونی سنی پہلے خبر کوئی نہیں
جو ملا حق سے وہ پہنچایا مقدّم جان کر	بے خطر بڑھتا رہا دشمن کا ڈر کوئی نہیں
نیک نیّت سے جو آیا وہ وہیں کا ہو گیا	اس کے در سے جو ملا ایسا تو در کوئی نہیں
کیا حسیں تعلیم تھی خود بھی عمل پیرا ہوا	کر کے خود دِکھلا دیا مشکل ہنر کوئی نہیں

صاؔدق باجوہ۔ میری لینڈ

روز یونہی مجھے آپ ملتے رہیں

روز آتے رہیں یونہی سکرین پر روز یونہی مجھے آپ ملتے رہیں
میری ویران بزمِ سخن میں یونہی لفظ و اظہار کے پھول کِھلتے رہیں
میرے صحنِ چمن میں اُترتی رہے ساتھ خوشبو کے حسنِ بیاں کی صبا
یوں زرِ فکر کے سکّے گرتے رہیں میرے محبوب کے ہونٹ ہلتے رہیں
میری تخلیق کے ننھے ننھے پرندوں پہ لفظوں کی روزی اُترتی رہے
پھر یہ کمزور اور ناتواں قافلے منزلوں کی طرف یونہی ڈھلتے رہیں
خوف اور خامشی کی کڑی دھوپ میں کس کو چاکِ گریباں کا تھا ہوش تک
روز یونہی جو وہ مسکراتے رہیں چاک سینوں کے اپنے بھی سلتے رہیں
تشنہ تشنہ سوالوں کے خوابوں کو قدسیؔ جو تعبیر کی بھیک ملتی رہے
اور اٹے ہیں صدی کی جو گردِ تعصب میں معصوم چہرے وہ کِھلتے رہیں

عبد الکریم قدسی

رمضان المبارک کے آداب اور اس کی عظمت وشان

امام سید شمشاد احمد ناصر۔ڈیٹرائٹ امریکہ

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانان عالم کو ایک مرتبہ پھر رمضان المبارک کے بابرکت ایام نصیب ہوئے ہیں، اور خوش قسمت ہوں گے وہ لوگ جو ان دنوں سے بھرپور فائدہ اٹھا کر اپنے ربّ کا قرب، اس کی خوشنودی، اس کا رحم اور فضل اور برکتیں تلاش کریں گے جو ان بابرکت ایام میں اللہ تعالیٰ نے مقدر کر رکھی ہیں۔

خود رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک کے ایام اور اس بابرکت مہینہ کی عظمت اور شان اس طرح بیان فرمائی ہے۔

عظمت رمضان

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شعبان کی آخری تاریخ کو ہم سے خطاب فرمایا:

اے لوگو! تم پر ایک بڑی عظمت اور شان والا مہینہ سایہ کرنے والا ہے۔ہاں! ایک برکتوں والا مہینہ جس میں ایک ایسی رات ہے جو ثواب و فضیلت کے لحاظ سے ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے فرض کئے ہیں اور اس کی رات کی عبادت کو نفل ٹھہرایا ہے۔۔۔ یہ مہینہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے۔ اور یہ ہمدردی اور غم خواری کا مہینہ ہے اور ایسا مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے۔۔۔

آنحضرت ﷺ نے اس بابرکت مہینہ کے بارے میں یہ بھی فرمایا کہ یہ ایسا مہینہ ہے جس کی ابتداء نزولِ رحمت ہے اور جس کا وسط مغفرت کا وقت ہے اور جس کا آخر کامل اجر پانے یعنی آگ سے نجات پانے کا زمانہ ہے۔ (بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح۔ تحفۃ الصیام صفحہ ۲۸)

ایک اور حدیث جو مسلم کتاب الصیام میں درج ہے اور اس کے راوی حضرت ابوہریرہؓ ہیں عظمت رمضان کے بارے میں آپؐ فرماتے ہیں:

”جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے خوب کھول دیئے جاتے ہیں اور آگ کے دروازے اچھی طرح بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطان جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ “

حضرت ابوہریرہؓ سے ہی ایک اور روایت مسلم کتاب الصیام میں یوں آتی ہے۔

فرمایا: جب رمضان آتا ہے تو رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطانوں کو زنجیریں ڈال دی جاتی ہیں۔

ایک حدیث میں ''دَخَلَ رَمَضَانَ'' کے الفاظ ہیں یعنی جب کوئی شخص رمضان کو اپنے اندر داخل کر لے تو پھر رحمت کے دروازے اس پر کھل جاتے ہیں اور وہ نیک اعمال بجالا کر جہنم کے دروازوں کو بند کر لیتا ہے اور ایسے شخص کی اپنی کوششوں اور خدا کے فضل سے اس کا شیطان بھی زنجیروں میں جکڑ دیا جائے گا۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق۔ اگر آپ اپنے ماحول کا غور سے جائزہ لیں تو یہ بات سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے گی کہ کئی لوگوں کے شیطان کھلے رہتے ہیں باوجود اس کے کہ وہ رمضان کے مہینہ میں ہی ہوتے ہیں۔ رشوت ستانی، جھوٹ، غیبت، تہمت، چوری، ڈکیتی، مہنگائی، لوگوں کے حقوق غصب کر کے، تو ایسے لوگوں کا شیطان کھلا ہی رہتا ہے۔ شیطان کو انسان خود ہی زنجیر ڈالتا ہے اور وہ اس کے نیکی کے اعمال ہیں۔“(تحفۃ الصیام صفحہ ۳۳)

روزہ کی اصل غرض

اسلام میں مختلف قسم کی عبادات کا مقصد تزکیہ نفس ہی ہے نماز سے بھی یہی غرض ہے، زکوٰۃ سے بھی یہی غرض ہے روزہ سے بھی یہی غرض مقصود ہے وعلیٰ ہذا القیاس یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:

” روزے ڈھال ہیں پس روزہ کی حالت میں نہ کوئی شہوانی بات کرے نہ جہالت اور نادانی کرے اور اگر کوئی اس سے لڑائی یا گالی گلوچ کرے تو وہ کہے میں روزہ دار ہوں میں روزہ دار ہوں۔“(بخاری کتاب الصوم)

حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کی روایت ہے کہ روزہ اس وقت تک ڈھال کا کام دیتا ہے جب تک روزہ دار خود اس ڈھال کو گزند نہ پہنچائے اور اس میں کوئی ٹوٹ پھوٹ اور رخنہ نہ ہونے دے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے اور

آگ سے بچانے کے لئے حصن حصین ہے۔ اور خدا کے عذاب سے بچانے کا ذریعہ۔ (تحفۃ الصیام صفحہ ۳۹)

حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو روزہ دار جھوٹی بات اور غلط کام نہیں چھوڑتا اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی بھی ضرورت نہیں۔ (بخاری کتاب الصوم)

پس اگر کوئی شخص روزہ کے آداب کا لحاظ اور خیال نہیں رکھتا تو اس کا محض بھوکا پیاسا رہنا اسے کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ روزہ صرف بھوکا پیاسا رہنے کا نام نہیں بلکہ ایک عبادت ہے جو مقررہ شرائط کے ساتھ فرض ہے لیکن کئی بدقسمت ایسے بھی ہوتے ہیں جو بادی النظر میں تو روزہ رکھتے ہیں مگر اس کے اعلیٰ ثواب سے غلط کام اور لغو کام سرانجام دے کر ثواب سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ابن ماجہ کی ایک روایت اس مضمون کو مزید یوں کھولتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

''کئی روزہ دار ایسے ہیں جن کو ان کے روزہ سے سوائے بھوک پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کتنے ہی رات کو اٹھ کر عبادت کرنے والے ہیں مگر ان کو سوائے بیداری اور بے خوابی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔''

۱۔ نماز باجماعت

نماز مسلمانوں پر باجماعت ہی فرض قرار دی گئی ہے۔ سب سے اوّل بات جاننے کی یہی ہے کہ نماز باجماعت ہی ادا کی جائے اس کے لئے پوری کوشش کی جائے۔

اس وقت مساجد میں نمازیوں کی کمی محسوس ہو رہی ہے اور کہا یہ جاتا ہے کہ مصروفیت بہت زیادہ ہے، مساجد دور دور ہیں، کام اور جاب سے فراغت نہیں ملتی، وغیرہ وغیرہ۔ ہمیں یہ اختیار تو نہیں کہ کسی کے جج مقرر ہو جائیں ہر شخص اپنی مصروفیت کو خوب جانتا ہے مگر چند چیزیں اور امور ایسے ہیں کہ اگر ہم وہ کر لیں تو ہمیں ثواب ملے گا۔ ان میں اول یہ ہے کہ ہم نماز باجماعت کی اور مسجد جانے کی نیت کریں۔ اور پکی نیت کریں کہ ہر حال میں ہم نے جانا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے سامان مہیا کر دیتا ہے۔ کہتے ہیں کہ Where there's a will there's a way۔ اگر دل میں پختہ عزم ہو تو وہ کام ہو جاتا ہے۔ نیت کے بعد اگر کوئی موانع ہو جائیں تو اس کو نماز باجماعت کا ثواب مل جائے گا۔

دوسرے اگر واقعۃً گھر مسجد سے دور بہت دور ہے تو پھر گھر میں فیملی کو اکٹھا کر کے سب کے ساتھ نماز باجماعت پڑھ لی جائے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن سات ایسے اشخاص ہوں گے جن پر خدا کے سایہ کے علاوہ اور کسی کا سایہ رحمت نہ ہو گا اور ان میں ایک وہ شخص ہے ''وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ'' کہ جس کا دل مسجد میں لٹکا رہے۔ (صحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب فضل اخفاء الصدقۃ)

فجر اور عشاء کی نماز پر آنے والوں کے لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کی مہمانی کرتا ہے۔

پس رمضان میں نماز باجماعت کا خاص اہتمام فرمائیں کہ یہ قرب خداوندی کا ذریعہ ہے۔ برائیوں سے روکنے کا ذریعہ اور مومن کی معراج ہے۔

۲۔ نماز تہجد کا قیام

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورہ بنی اسرائیل میں نماز تہجد کے بارے میں یوں بیان فرمایا ہے:

اور رات کو بھی تو اس قرآن کے ذریعہ سے کچھ سو لینے کے بعد شب بیداری کیا کر جو تجھ پر ایک زائد انعام ہے (سورۃ بنی اسرائیل: ۸۰)

اس آیت کریمہ میں نماز تہجد کی فضیلت بیان ہوئی ہے نیز یہ کہ دن کے وقت آنحضرت ﷺ کے کاموں کی ایک لمبی فہرست ہے مگر پھر بھی نماز تہجد کا اس قدر التزام تھا کہ خدا کے حضور کھڑے کھڑے آپ کے پاؤں متورم ہو جاتے تھے اس لئے ضروری ہے کہ رمضان کی راتوں میں سحری کے وقت نوافل ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ خواہ دو یا چار نوافل ہی کیوں نہ پڑھیں۔ اگر آپ نے نماز تراویح بھی پڑھی ہے پھر بھی اصل قیام اللیل یعنی نماز تہجد کی سنت کا ضرور التزام کریں کہ یہ قبولیت دعا کا خاص وقت بھی ہے۔

آنحضرت ﷺ رمضان کی راتوں میں عبادت کرنے کے لئے خاص تحریک و ترغیب فرمایا کرتے تھے۔

بخاری کتاب الصوم میں یہ حدیث بھی آتی ہے آپؐ نے فرمایا:

جو شخص ایمان کے تقاضے اور ثواب کی نیت سے رمضان کی راتوں میں اٹھ کر نماز پڑھتا ہے اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

ترمذی کتاب الدعوات میں یہ حدیث بھی آتی ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہمارا ربّ ہر رات قریبی آسمان تک

نزول فرماتا ہے جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کون ہے جو مجھے پکارے تو میں اس کا جواب دوں! کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اس کو دوں! کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں اس کو بخش دوں!

۳۔ نماز تراویح

رمضان المبارک میں نماز تراویح بھی ادا کی جاتی ہے۔ اصل تو نماز تہجد ہی ہے۔ لیکن نماز تراویح بھی ادا کرنی چاہیئے۔ حصول ثواب کا ایک موقع ہے جس میں قرآن سنا جاتا ہے اور قرآن سننے کا الگ ثواب ہے۔ جو دوست نماز تراویح پڑھتے ہیں انہیں نماز تہجد کی بھی ادائیگی کرنی چاہیئے۔ اگر نماز تراویح ادا نہ ہو سکی ہو تو روزہ پھر بھی رکھا جانا چاہیئے۔ اس ضمن میں ایک اور بات نوجوان طبقہ کے لئے عرض کروں گا کہ بعض اوقات نوجوان طبقہ نماز تراویح نہیں پڑھتا۔ حالانکہ جب آپ مسجد کے احاطہ میں ہیں تو آپ کو اس میں ضرور شامل ہونا چاہیئے ورنہ گھر جا کر جلدی سوئیں تا کہ صبح نماز تہجد کے لئے بیداری ہو سکے۔ اس وقت کو باتوں میں یا کھیل کود میں ضائع نہ کرنا چاہیئے۔ بعض اوقات بچے نماز تراویح میں بھی شامل نہیں ہوتے اور والدین کے انتظار میں مسجد کے احاطہ یا ماحول میں باتیں کرتے رہتے یا شور ڈالتے پھرتے ہیں۔ اس سے اجتناب ضروری ہے۔ اول تو یہی ہے کہ رمضان میں جتنی بھی نیکیوں کی توفیق ملے کر لینی چاہئیں۔ اگر نماز تراویح نہیں پڑھنی اور آپ کی کوشش یہ ہو کہ نماز تہجد ادا کرنی ہے تو وہ تو بہت بہتر ہے لیکن ماحول میں شور نہ ہو جس سے نماز پڑھنے والوں کی نماز میں خلل واقع ہو۔

۴۔ ذکر الٰہی

رمضان المبارک میں خصوصاً لیکن عام دنوں میں بھی انسان اپنے آپ کو فضول باتوں سے بچائے اور اپنی زبان کو ذکر الٰہی سے تر رکھے۔ احادیث میں ذکر الٰہی کی بھی بہت فضیلت آتی ہے۔

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے لوگو! "جنت کے باغوں میں چرنے کی کوشش کرو۔" ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! جنت کے باغ سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: ذکر کی مجالس جنت کے باغ ہیں۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ ۱۲۷)

اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو جماعت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو، فرشتے اس جماعت کو گھیر لیتے ہیں، اللہ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اللہ کی سکینت ان پر نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ فرشتوں کی مجلس میں فرماتے ہیں۔"

(مسلم باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن)

حضرت ابوسعید خدریؓ ہی کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آج قیامت کے میدان میں جمع ہونے والوں کو معلوم ہو جائے گا کہ عزت و احترام والے کون لوگ ہیں۔ عرض کیا گیا: یہ عزت و احترام والے کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا: ''مجالس الذکر فی المساجد'' مساجد میں ذکر کی مجالس والے۔ (مسند احمد، مجمع الزوائد)

یہاں پر یہ بات لکھنی فائدہ مند ہو گی کہ ذکر الٰہی میں جہاں انسان درود شریف، تسبیح و تہلیل، حمد و ثناء اللہ تعالیٰ کی بیان کرتا ہے، وہاں نماز بھی ذکر الٰہی میں آتی ہے۔ تلاوت قرآن کریم بھی ذکر الٰہی میں شامل ہے۔ اور نوافل کی کثرت بھی ذکرِ الٰہی میں شامل ہے۔ اس لئے زیادہ سے زیادہ وقت خصوصاً رمضان المبارک میں انسان ذکر الٰہی کرتا رہے۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور اللہ کے خوف سے اس کی آنکھوں میں آنسو آجائیں تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہ دیں گے۔ (مستدرک حاکم)

۵۔ تلاوت قرآن کریم

قرآن کریم کا رمضان المبارک سے گہرا تعلق ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: "رمضان کلام الٰہی کو یاد کرانے کا مہینہ ہے اس لئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس مہینہ میں قرآن کریم کی تلاوت زیادہ کرنی چاہیئے۔" (تفسیر سورۃ البقرۃ)

پس اس سے رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ رمضان کا مہینہ قرآن کریم کی سالگرہ کا مہینہ ہے اور اس کی سالگرہ یہی ہے کہ اسے بار بار پڑھا جائے اس کے معانی کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق حاصل کی جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن روزے اور قرآن بندے کے لئے شفاعت کریں گے روزہ کہے گا اے میرے ربّ میں نے اس شخص کو دن کے وقت کھانے پینے سے روکا (اور یہ رک گیا) پس میری سفارش اس کے بارے میں قبول فرما اور قرآن کہے گا۔ اے میرے ربّ! میں نے اس شخص کو رات سونے سے روک دیا تھا (یہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر قرآن پڑھتا تھا) پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ پس ان دونوں کی یہ شفاعت اور سفارش قبول کی جائے گی۔ (یعنی اسے بخش دیا جائے گا) (بیہقی شعب الایمان)

حضرت امام الزمان علیہ السلام فرماتے ہیں:

"تم قرآن کو تدبر سے پڑھو۔ اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔" (کشتی نوح)

پھر فرماتے ہیں:

"سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب الٰہی کو پڑھو، بڑا بے ایمان ہے وہ شخص جو قرآن کریم کی طرف التفات نہ کرے اور دوسری کتابوں پر ہی رات دن جھکا رہے۔ ہماری جماعت کو چاہیئے کہ قرآن کریم کے شغل اور تدبر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں۔ اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے اس نور کے آگے کوئی ظلمت ٹھہر نہ سکے گی۔" (الحکم ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۰)

قرآن کریم کی تلاوت۔ سوچ سمجھ کر پڑھنا پھر اس پر عمل کرنے کی توفیق خدا تعالیٰ سے چاہنا اور اس کے لئے دعائیں کرنا بھی بہت ضروری ہے۔

۶۔ درس القرآن

رمضان المبارک کے بابرکت ایام میں خصوصیت کے ساتھ مساجد میں کہیں ۴ گھنٹے، کہیں ۳ گھنٹے، کہیں ایک گھنٹہ روزانہ درس القرآن بھی ہوتا ہے اور احباب اس میں شامل ہوتے ہیں۔ شامل ہونے والوں کو کئی لحاظ سے اجر ملتا ہے۔ مثلاً یہی کہ قران کریم سنا جاتا ہے اور قرآن سننے پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ایسے شخص پر رحم ہوتا ہے۔ پھر یہی قرآن سننا اور درس القرآن، ذکر الٰہی کی بھی مجلس بن جاتی ہے جس کی فضیلت پہلے گزر چکی ہے کہ ایسی مجلس پر فرشتے آتے ہیں اور اپنے پروں سے انہیں گھیر لیتے ہیں ان پر رحمت و سکینت نازل ہوتی اور پھر ان کی مغفرت کا اعلان ہو جاتا ہے۔

پس ایسے دوست و احباب جو درس القرآن میں شامل نہیں ہوتے وہ کوشش کریں اور اس طرح بھی نیکیاں کمانے کی طرف توجہ کریں اور اس ثواب سے محروم نہ ہوں جو مغفرت کا ذریعہ ہے۔ یہی تو رمضان کا مقصد ہے۔

۷۔ رمضان اور دعائیں

حضرت عمرؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

"رمضان میں اللہ کا ذکر کرنے والا بخشا جاتا ہے اور اس ماہ اللہ سے مانگنے والا کبھی نامراد نہیں رہتا۔" (جامع الصغیر)

دعاؤں سے انسان اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ اس کی روحانیت بڑھتی ہے اسے توکل کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ جتنی زیادہ دعائیں ہوں گی اتنی زیادہ ہی روحانی ترقی ہو گی یعنی خدا تعالیٰ سے رشتہ مضبوط ہو گا۔ حضرت امام الزمان علیہ السلام فرماتے ہیں:

"رمضان کا مہینہ مبارک مہینہ ہے، دعاؤں کا مہینہ ہے۔" (الحکم ۲۴ جنوری ۱۹۰۱ء)

رمضان دعاؤں کے لئے بہت ہی سازگار اور موزوں ترین ہے کنز العمال میں ایک روایت یوں آتی ہے کہ رمضان کی ہر رات اللہ تعالیٰ ایک منادی کرنے والے فرشتہ کو بھیجتا ہے جو یہ اعلان کرتا ہے:

"اے خیر کے طالب آگے بڑھ اور آگے بڑھ کیا کوئی ہے جو دعا کرے تو اس کی دعا قبول کی جائے کیا کوئی ہے جو استغفار کرے کہ اسے بخش دیا جائے کیا کوئی ہے جو توبہ کرے تا کہ اس کی توبہ قبول کی جائے۔"

پس اس سے زیادہ دعاؤں کے لیے اور کون سا موسم موزوں، مناسب اور سازگار ہو گا۔

۸۔ قبولیتِ دعا

خدا تعالیٰ دینے والا ہے، مستجاب الدعوات ہے، جب بھی اس کے بندے اس کے آگے عاجزی انکساری فروتنی تضرع وابتہال سے جھکیں گے وہ پالیں گے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ بڑا حیاوالا، بڑا کریم اور سخی ہے جب بندہ اس کے حضور اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو وہ ان کو خالی ہاتھ اور ناکام واپس کرنے سے شرماتا ہے۔"

(یعنی صدق دل سے مانگی ہوئی دعا کو وہ ردّ نہیں کرتا بلکہ قبول فرماتا ہے۔)

(ترمذی کتاب الدعوات)

اس حدیث کے درج کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں دعا کی اہمیت اور قبولیت دعا پر ایمان نصیب ہو۔ دعا ہی ایسا ہتھیار ہے کہ جس کے ذریعہ ہم خدا تعالیٰ سے ہر خیر طلب کرسکتے ہیں اور ہر شر سے پناہ مانگ سکتے ہیں۔

اس لئے نمازوں میں، پھر سجدوں اور رکوع کی حالت میں بکثرت دعا کرنی چاہیئے۔ اپنی زبان میں بھی دعائیں مانگیں اور خوب مانگیں۔ اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور وہ ضرور سنے گا اسی یقین کے ساتھ اس کے در پر جھکے رہیں۔

قبولیت دعا کے لئے ایک یہ گُر بھی یاد رہے کہ کوئی بھی دعا مانگنے سے قبل اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور آنحضرت ﷺ پر درود شریف پڑھنا نہ بھولیں۔ پھر دعا مانگیں اور آخر میں بھی اپنی دعاؤں کو درود شریف سے مزین کریں اور پھر درود شریف کی تو ویسے ہی بہت برکتیں ہیں۔

۹۔ قبولیت دعا کے اوقات

احادیث میں بہت سے مواقع ایسے بیان ہوئے ہیں جنہیں قبولیت دعا کے اوقات کہا گیا ہے مثلاً

ایک حدیث میں یوں آتا ہے

اِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهٖ لَدَعْوَةً مَا تُرَدُّ (ابن ماجہ)

کہ روزہ دار کے لئے اس کی افطاری کے وقت کی دعا ایسی ہے جو ردّ نہیں کی جاتی۔ افطاری کے وقت انسان کے قلب پر ایک سوز و گداز اور رقت کی کیفیت ہوتی ہے اور اس کی ساری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جاتی ہے اس لیے فرمایا کہ ایسے وقت کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔

پس اس وقت کو جو افطاری سے قبل ۱۰۔۱۵ منٹ کا وقت ذکر الٰہی، تلاوت اور دعاؤں میں گزارنا چاہیئے۔ فضول باتوں اور خوش گپیوں اور کھانے پینے کے سامان کی طرف زیادہ توجہ نہیں ہونی چاہیئے۔ جو خواتین گھروں میں افطاری بنانے میں مصروف رہتی ہیں وہ افطاری بھی بناتی جائیں اور خود کو ذکر الٰہی میں بھی مشغول رکھیں۔ اپنے بچوں اور بڑوں کو بھی یہ بات بار بار ذہن نشین کرائی جائے۔ تاکہ اس وقت سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔

ایک اور دعا کا وقت بلکہ قبولیتِ دعا کا وقت تہجد کی نماز کا وقت ہے۔ ایک وقت سجدہ کی حالت ہے جب انسان فروتنی اور عاجزی سے اپنے آپ کو خدا کے حضور گرا دیتا ہے تو خدا کا رحم جوش میں آجاتا اور اس کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشتا ہے۔

ایک اور وقت جمعہ کا وقت ہے۔ اس بارے میں بھی رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ جب مومن بندہ دعا کر رہا ہو تو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور آپ نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کہ وہ گھڑی بڑی مختصر ہوتی ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد سوم مسند ابی ہریرۃ حدیث نمبر ۷۱۵۱ جدید ایڈیشن ۱۹۹۸ء مطبوعہ بیروت)

ایک اور وقت قبولیت دعا کا لیلۃ القدر کی رات ہے جو رمضان المبارک کے آخری عشرے میں آتی ہے۔ ان طاق راتوں میں بھی بکثرت عبادت کرنی چاہئے اور قبولیتِ دعا کے نظارے دیکھنے چاہئیں۔

حضرت امام الزمان علیہ السلام فرماتے ہیں:

”جب تک سینہ صاف نہ ہو دعا قبول نہیں ہوتی۔ اگر کسی دنیوی معاملہ میں ایک شخص کے ساتھ بھی تیرے سینہ میں بغض ہے تو تیری دعا قبول نہیں ہوسکتی۔‘

فرمایا: ”جو مخلوق کا حق دباتا ہے اس کی دعا قبول نہیں ہوتی کیونکہ وہ ظالم ہے۔“

(ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۱۹۵)

فرمایا: ”یاد رکھو کہ دعائیں منظور نہ ہوں گی جب تک تم متقی نہ ہو۔“

(ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۱۳۰)

فرمایا: ”ظالم فاسق کی دعا قبول نہیں ہوا کرتی“ (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۶۸۲)

فرمایا: دعا کا سلسلہ ہر وقت جاری رکھو اپنی نماز میں جہاں جہاں رکوع و سجود میں دعا کا موقع ہے دعا کرو اور غفلت کی نماز کو ترک کردو، رسمی نماز کچھ ثمرات مترتب نہیں لاتی۔“ (ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۱۷۶)

رمضان المبارک۔ مالی قربانی اور صدقۃ الفطر

مالی قربانی تزکیۂ نفس کرتی ہے اور رمضان کا بھی یہی ایک مقصد ہے کہ جب انسان اس بابرکت مہینہ میں مختلف قسم کی عبادات بجالاتا ہے تو اس سے اس کا تزکیۂ نفس ہوتا ہے۔ بعض لوگ اس مبارک مہینہ میں زکوٰۃ کی طرف بھی خصوصیت سے توجہ دلاتے ہیں، بعض مالی قربانی کی طرف، بعض غرباء کی مالی امداد کی طرف، بعض صدقات کی طرف، وغیرہ ذالک۔ ہر ایک مالی قربانی کسی رنگ کی بھی اگر اس میں دکھاوا اور ریاکاری نہیں تو وہ انسان کے لئے تزکیۂ

نفس کا کام دیتی ہے۔ رمضان ویسے ہی یہ سبق بھی دیتا ہے کہ غرباء کا خیال رکھا جائے اس سے انسان کو غریبوں کی بھوک کا بھی پتہ لگ جاتا ہے جن کے مالی وسائل کم ہیں اور کھانے کو بھی کم ملتا ہے تو روزہ ہر قسم کے سبق دیتا ہے اور ایک مالی قربانی کا بھی ہے۔

بخاری کتاب بدء الوحی میں روایت آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے بڑھ کر سخی تھے اور آپ کی سخاوت رمضان میں تیز آندھی سے بھی زیادہ ہوتی تھی۔

پس ہمیں بھی مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیئے خصوصاً اس وقت اسلام کے غلبہ کے لئے مالی قربانی کی بہت ضرورت ہے اور رمضان کے حوالہ سے غرباء کی خدمت کی ضرورت ہے۔ اگر آپ پر زکوٰۃ فرض ہے تو زکوٰۃ کی ادائیگی کریں۔ صدقۃ الفطر ادا کریں جس کے بارے میں اسلامی تعلیم یہ ہے کہ عید سے قبل یہ ادا ہو جانا چاہیئے اپنے گھر کے تمام افراد کی طرف سے!

صدقۃ الفطر کی اہمیت اور بروقت ادائیگی کے بارہ میں ایک روایت یہ آتی ہے

اِنَّ شَهْرَ رَمَضَانَ مُعَلَّقٌ بين السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَا يَرفَعُ اِلَّا بِزَكوٰةِ الْفِطرِ۔ یعنی رمضان کے مہینے کی نیکیاں اور عبادات آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہو جاتی ہیں انہیں فطرانہ ہی آسمان پر لے جاتا ہے یعنی رمضان کی نیکیوں اور عبادات کی قبولیت کا باعث بنتا ہے۔

(بحوالہ احادیث آنحضرت ﷺ منتخب موضوعات صفحہ ۱۳۵)

صدقۃ الفطر کی ادائیگی شروع رمضان ہی میں کر دینی چاہیئے۔ آخری دن کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے۔

پس رمضان ہمیں درج ذیل سبق دینے کے لئے آتا ہے کہ ہم ۱۔ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ سے حصہ لیں۔ یعنی خدا کا رنگ اختیار کریں۔ ۲۔ ہر قسم کے گناہوں سے بچیں جو کہ تقویٰ کا خاصہ ہے۔ ۳۔ ثابت قدمی دکھائیں۔ یعنی رمضان میں جو تقویٰ حاصل کیا ہے اس پر ثبات قدم حاصل ہو جائے۔ آئندہ بھی روزے رکھے، نمازوں کو باجماعت ادا کرنے کی توفیق ملی اسے جاری رکھیں، تہجد رمضان کے بعد بھی پڑھیں، ذکر الٰہی اور دعاؤں میں بعد میں بھی اپنا وقت گزاریں، نیکی صدقہ و خیرات کرنے میں دریغ نہ کریں۔ ۴۔ قوت برداشت پیدا کریں۔ ۵۔ جسمانی صحت کا بھی خیال رکھیں۔ ۶۔ غرباء پروری کریں۔ ۷۔ مایوسی اور احساس کمتری کو پاس تک نہ آنے دیں۔ ۸۔ انسانوں کا احترام کرنا سیکھیں۔

حضرت امام الزمان علیہ السلام فرماتے ہیں:

”دنیا میں لاکھوں بکریاں بھیڑیں ذبح ہوتی ہیں لیکن کوئی ان کے سرہانے بیٹھ کر نہیں روتا اس کا کیا باعث ہے؟ یہی کہ ان کا خدا تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اسی طرح ایسے انسان کی ہلاکت کی بھی آسمان پر کوئی پرواہ نہیں ہوتی جو اس سے تعلق نہیں رکھتا۔ انسان اگر خدا تعالیٰ سے سچا تعلق رکھتا ہے تو اشرف المخلوقات ہے ورنہ کیڑوں سے بھی بدتر۔“

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۴۶۰)

پس رمضان میں خدا تعالیٰ سے سچا، پکا اور زندہ تعلق قائم ہو اور اس کی مخلوق کے ساتھ سچی، پکی اور خالص ہمدردی محض للہ ہو۔ یہی ہمیں انسان بنائے گی اور یہی ہمیں رمضان سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

(دُرِّ ثمین)
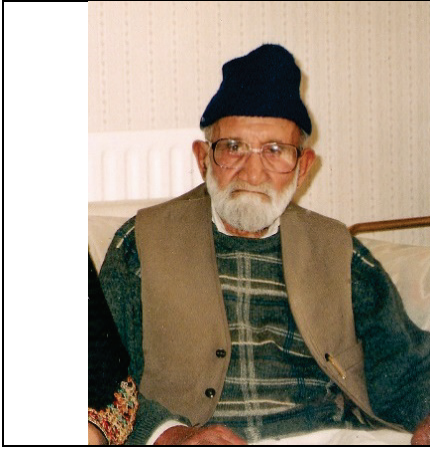
ایک شفیق بزرگ
محترم مولوی محمد احمد صاحب جلیل مرحوم

(پروفیسر) رشیدہ تسنیم خان

سن ۱۹۵٦-۵۵ ءکا زمانہ تھا میرے ابا جی نے ہمیں حافظ آباد سے ربوہ کے پر سکون ماحول میں پڑھنے کے لیے بھجوا دیا۔ گرمیوں کی تعطیلات کے بعد نصرت گرلز ہائی سکول کی کچی عمارت میں آج میرا پہلا دن تھا۔ گرمیوں کے دن تھے ہماری کلاس کمرے کے سائے میں ٹاٹوں پر ہوا میں بیٹھی تھی۔ انگلش کی استانی صاحبہ تشریف لائیں۔ محترمہ استانی صاحبہ کی عادت تھی کہ جونہی گاڑی کی آواز آتی، ماتھے پر ہاتھ کا چھجا بنا کر گاڑی کا نظارہ کرتیں۔ آج نظارہ کرنے کے بعد فرمانے لگیں: "سالانہ امتحان میں تھوڑا وقت رہ گیا ہے۔ اب تم لوگوں کو محنت سے پڑھنا ہوگا۔ پرائیویٹ طالبات ایک طرف ہو جائیں۔" اس کے ساتھ ہی ایک جمِ غفیر باقی کلاس سے الگ ہو گیا۔ یہ وہ طالبات تھیں جن کو نظارت تعلیم کی طرف سے فری کلاسز اٹینڈ کرنے کی اجازت تھی۔ استانی صاحبہ نے ان کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا اور کہا: "یہ تو موسمی پرندے ہیں" پھر ان طالبات کی لائن بنوائی جن سے فرسٹ ڈویژن لینے کی امید تھی۔ بعد ازاں کلاس کی عمومی لیاقت پرکھنے کے لیے سوالات پوچھنے شروع کیے۔

Gardener کے کیا سپیلنگ ہیں؟

میں نے ہاتھ بلند کیا، اور جواب دیا: garden کے آگے er لگا دیں۔

استانی صاحبہ نے انگلی کے اشارے سے مجھے ذہین فطین طالبات کی لائن میں بیٹھنے کے لیے اشارہ کیا۔ جہاں ٹاٹ پر بیٹھی ایک لڑکی نے اپنی خوردبینی نظر سے میرا جائزہ لیا۔ اور پرے کھسک کر میرے بیٹھنے کے لیے جگہ بنا دی۔ یوں استانی جی کی دریا دلی سے ایک کم مایہ قطرے کو گہر ہونے میں چند لمحے لگے!

ان ذہین لڑکیوں نے اچھے نتائج دکھا کر سکول کا نام روشن کرنا تو تھا ہی، اس کے علاوہ ان کے ذمے چھٹی کے بعد نلکے سے نمکین پانی کی بالٹیاں بھر بھر کر کمرے کے اندر اور باہر چھڑکاؤ اور جھاڑو بہارو بھی کرنا ہوتا تھا۔

یہ حاتم طائی صفت لڑکی جس نے میرے لیے اپنے پاس ٹاٹ پر جگہ بنائی تھی، حضرت مولانا محمد اسماعیل حلال پوریؓ کی پوتی اور مولانا محمد احمد جلیلؒ کی بڑی صاحبزادی امت المجید ناصر عرف "جیدی" تھی۔ قصہ مختصر یوں کہ میرا مولوی صاحب کے گھر سے تعارف ہوا۔ جیدی مجھے بڑے اصرار اور محبت سے اپنے گھر لے کر گئی۔ اس زمانے میں مولانا انجمن کے کوارٹر میں رہا کرتے تھے، جو دو کمروں اور ایک باورچی خانے پر مشتمل تھا۔ اس بابرکت گھر میں چار پانچ چارپائیاں اور اتنی ہی کین کی کرسیاں تھیں، جو سرمائی اور گرمائی ضرورت کے مطابق اندر باہر جگہ بدلتی رہتی تھیں۔

سارا دن آنے جانے والوں کا تانتا سا بندھا رہتا۔ مولوی صاحب کے ساتھ اکثر اوقات کوئی نہ کوئی مہمان ہوتا، جو آپ کے چھابے کی روٹیوں اور سالن کے پیالے میں شریک طعام ہوتا۔ مولوی صاحب سب سے پہلے روٹیوں کے نیچے سے بچا ہوا ٹکڑا نکال کر کھاتے۔ اور ٹھنڈا پانی پی کر نسبتاً اونچی آواز میں الحمدُ للہ پڑھتے۔ میں نے آپ کو کبھی اونچی آواز میں بات کرتے اور کسی پر اعتراض کرتے نہیں سنا۔ جب ہم سہیلیوں کا گروپ قرآن پاک کے درس اور نمازِ تراویح میں شامل ہونے کا پروگرام بناتا، تو دور جانے والیوں کو ان کے گھروں تک چھوڑ کر آتے۔ اور مولوی صاحب کے گھر سے کسی کو ساتھ لے لیتے۔

گریجوایشن کے بعد ہم نے پنجاب یونیورسٹی لاہور میں داخلہ لیا، تو مولوی صاحب اس زمانے میں جماعتی کاموں کے لیے اکثر لاہور آتے جاتے رہتے تھے۔

کئی بار ہمارے ہمسفر ہوتے، اکثر خاموش رہتے، ایک دو بار کھانے کا پوچھتے، اور ہمیں ہوسٹل تک چھوڑ کر آتے۔ جیدی اکثر اپنی روم میٹس کو جسونت بلڈنگ میں اپنے ماموں فدا صاحب اور ممانی آپا نعیمہ کے ہاں مدعو کرتی۔ جہاں پر اچھی ضیافتوں کے ساتھ مولوی صاحب کی دعاؤں سے بھی حصہ ملتا رہتا۔ مجھے یاد نہیں مولوی صاحب نے ہماری پڑھائی اور رزلٹ وغیرہ کے بارے میں کبھی پوچھا ہو۔ سلام کا جواب ایک مطمئن سی مسکراہٹ کے ساتھ دیتے، اور یہی کافی ہوتا۔

پڑھائی سے فراغت پاتے ہی جامعہ نصرت کالج کا جان سے پیارا ماحول پھر سے ہمارا منتظر تھا۔ ۱۹۶۰ء کی دہائی میں پروازی صاحب بھی جیدی کی انتہائی مصروف بزم میں آ گئے۔ آئے تو تھے اس خیال سے کہ چراغوں میں روشنی نہ رہے گی، لیکن "ہرچہ در کانِ نمک رفت، نمک شُد" کے مصداق اندر ہی کہیں گھل مل گئے۔ حسنِ اتفاق سے میری شادی بھی تعلیم الاسلام کالج کے ایک لیکچرر کے ساتھ ہو گئی۔ اب ہمارا سماجی، معاشرتی اور سیاسی ماحول ایک سا ہو گیا، روابط مزید گہرے ہو گئے۔ بچوں کی پیدائش، خوشی اور غم میں ایک دوسرے کے گھر راتوں کو بھی قیام کر لیا کرتے۔ بچوں کی ایک دوسرے کے ساتھ خوب دوستیاں بڑھیں۔ ہر اہم کام میں مولوی صاحب سے مشورے اور دعائیں لی جاتی تھیں۔ اسی زمانے میں مولوی صاحب جامعہ احمدیہ کے کوارٹر نمبر ایک میں منتقل ہو گئے۔ یہاں تین کمرے تھے۔ ایک دروازہ جامعہ کی طرف اور دوسرا ریلوے لائن کی طرف کھلتا تھا۔ میں نے یہ دونوں دروازے کبھی بند نہیں دیکھے۔ جامعہ کے ارد گرد چار دیواری کی وجہ سے جن خواتین کو اپنا گھر دور پڑتا، ان کے لیے مولوی صاحب کے گھر کا صحن شاہراہِ عام تھا۔

عین صحن کے درمیان پلنگ پوشوں سے ڈھکی دو چار پائیوں کے ساتھ چند کرسیاں رکھی رہتیں اور درمیان میں ایک چھوٹی سی میز، جس پر ساری ہانڈی کا سالن ڈونگے میں آ جاتا۔ روٹیاں پک کر آتی رہتیں۔ اس دستر خوان پر اکثر پانچ سے بیس تک مہمان کھانے والے ہوتے۔ عصر کی نماز کے بعد مولوی صاحب کے پاس کوئی نہ کوئی عورت اپنے نہایت نجی قسم کے جھگڑوں کی تفاصیل بیان کر رہی ہوتی۔ گھر سے باہر مردانے میں بھی یہی سلسلہ جاری رہتا، جبکہ گھر والے گرد و پیش سے بے نیاز اپنی روز مرہ کی زندگی کو جاری رکھے رہتے۔ امی جی (جیدی کی امی) کا اگر کوئی زیادہ لاڈلا مہمان آ جاتا تو چائے کے ساتھ برفی یا سیب ضرور منگوا لیتیں۔ مولوی صاحب اور امی جی کے بہن بھائی ہوں یا دیہات سے علاج کی غرض سے آنے والے غیر از جماعت رشتہ دار، سب کو یہاں حتی الوسع آرام دہ سکونت ملتی۔ اگلی نسل کے بچوں کے رشتے یہاں طے پاتے۔ اور موت و حیات میں یہی گھر دیوانوں اور فرزانوں کی آماجگاہ بنا رہتا۔

آپ کبھی کبھار نہایت سادہ الفاظ میں کسی آیۂ کریمہ کی تفسیر بھی کر دیا کرتے تھے۔ ایک دن گھر میں ملکی حالات کے خراب ہونے پر تبصرے ہو رہے تھے۔ تو مولوی صاحب نے فرمایا: "بچپن میں اس آیۂ کریمہ کی سمجھ نہیں آیا کرتی تھی کہ جس نے ایک معصوم بے گناہ کو قتل کیا اس نے سارے لوگوں کو قتل کیا" اب سمجھ آئی ہے کہ ایک انسانی جان لینے کے بعد احترامِ انسانیت ختم ہو جاتا ہے۔

رمضان میں اگر زیادہ لوگ روزہ سے ہوتے تو گرم اور سرد مشروب اور اچھے کھانوں کا اہتمام ہوتا۔ اگر اکیلے مولوی صاحب کا روزہ ہوتا تو قطعی کوئی تکلف نہ ہوتا۔ مولوی صاحب کا معمول تھا کہ ٹھنڈے پانی کے دو چار گھونٹ پی کر نماز پڑھنے چلے جاتے اور واپس آکر کھانا کھاتے۔ ایک بار میں نے حیران ہو کر پوچھا "مولوی صاحب آپ کا روزہ تھا؟" آپ نے اچٹتی سی نگاہ ڈال کر کہا: "ہاں روزہ رکھ لیں پھر تو بوڑھے ہو جانا ہے"۔ ہماری چائے کی مجلس میں چائے پی کر نل پر دانت نکال کر دھوتے۔ اور کلی کر کے دوبارہ منہ میں لگا کر مسکراتے ہوئے کہتے: "لوگ کہتے ہیں چائے کے بعد ٹھنڈے پانی سے کلی نہیں کرنی چاہئے، دانت نکل جاتے ہیں۔ اسی لیے میں پہلے دانت نکال لیتا ہوں"۔ اور خاموشی سے ہمیں کچھ کہے بغیر نماز کے لیے چلے جاتے۔ ہمارے اندر کا ملامتی تیشہ اتاری بت پر ٹھائیں ٹھائیں تراش خراش شروع کر دیتا، اور ہم اکثر کھسیانی سی ہو کر جہاں بیٹھی ہوئی ہوتیں وہیں نماز کی نیت کر لیتیں۔

غروبِ آفتاب کے ساتھ ہی مہمانوں کے سونے کا انتظام ہونا شروع ہو جاتا۔ گرمیوں میں سارا صحن چار پائیوں سے کھچا کھچ بھر جاتا۔ اگر کوئی مہمان جانے کا پروگرام بنانے لگتا تو امی جی اُسے "صرف چند دن اور" رُکنے کا اس طرح اصرار کرتیں کہ جیسے یہ نعمت پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گی۔ گرمیوں میں ایک درمیانی سی عام چار پائی جس کی پائنتی پر دری بچھی ہوتی اور اوڑھنے کے لیے ایک

چادر اور ایک تکیہ ہوتا، مولوی صاحب عشاء کی نماز کے بعد آکر صحن میں شور و ہنگامے سے بے نیاز سکون سے اس پر سو جاتے۔ کسی کو اپنے آرام کے لیے خاموش وغیرہ کرانے کا اس گھر میں رواج نہیں تھا۔ مولوی صاحب آنکھ کے آپریشن کے بعد بھی ایک چھوٹی حمائل شریف ہاتھ میں رکھتے، اور ہلکی آواز میں تلاوت کرتے رہتے۔ آپ کرسی پر بیٹھ کر اتنے انہماک سے مطالعہ کرتے کہ نووارد کے لیے فیصلہ مشکل ہوتا کہ آپ سو رہے ہیں کہ جاگ رہے ہیں۔ بیماری میں بھی آپ کا یہی معمول ہوتا۔

پروازی صاحب کے سویڈن اور آپ کے بڑے نواسے ماہر احمد کے لندن جانے کے بعد جیدی کی امی جان کی لمبی نازک علالت میں جیدی مجھے اکثرات کے لئے روک لیتی۔ میری جب آنکھ کھلتی مولوی صاحب نفل ادا کر رہے ہوتے۔ تازہ دم ہونے کے لیے نل پر جاکر بار بار ٹھنڈے پانی سے وضو کرتے۔ یہ سلسلہ اتنا لمبا ہوتا کہ میں تھک کر سو جاتی۔ سردیوں میں گیس کے ہیٹر اور گرمیوں میں پنکھے کے نیچے مولوی صاحب کی چارپائی کے پاس ایک یا دو بلیاں ضرور بیٹھی ہوتیں۔ کتے کی اس گھر میں گنجائش نہ تھی بیچارا کس کو اپنا اور کس کو غیر جانتا!

اس تین کمروں پر مشتمل حیرت کدہ میں مولوی صاحب کے سب بچوں نے وظیفے لیے، اور اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ دو بچے ڈاکٹر بنے، پتہ نہیں ان کی کتابیں کہاں ہوتی تھیں اور یہ پڑھتے کہاں تھے؟ انہی کمروں میں مہمان ٹھہرتے اور انہی میں سب بچوں کی شادیاں ہوئیں۔

مولوی صاحب کا مزاح بہت مختصر اور ذو معنی ہوتا۔ ایک بار فرمانے لگے: ربوہ کے ریذیڈنٹ مجسٹریٹ (Resident Magistrate) ملنے آئے ہوئے تھے۔ ایک احمدی دوست کے بارے میں پوچھنے لگے کہ "نماز پڑھتا ہے کہ نہیں؟" میں نے جواب دیا: "ولی ولی رامی شناسد" (دراصل یہ صاحب خود بھی پابند صوم وصلوٰۃ نہیں تھے)۔ مولوی صاحب جواب بھی دے گئے اور کسی کی پردہ دری بھی مناسب نہ سمجھی۔

عصر کی نماز اکثر ہمارے محلے کی مسجد الانوار میں پڑھتے اور بعد از نماز ہمارے گھر تشریف لاتے اور اچھی محفل رہتی۔ ایک بار میرے کسی واقف کار نے ویزے کے سلسلے میں شو آف کرنے کے لیے مجھ سے کچھ رقم مانگی۔ ہم سفید پوشوں کے ساتھ یہ بڑی مشکل ہوتی ہے کہ ہم اپنی اوقات چھپا کر رکھتے ہیں۔ میرے پاس ذاتی طور پر اتنی رقم نہ تھی مگر کسی کی امانت میرے پاس موجود تھی۔ اب میں پریشان کہ اگر دے دوں اور یہ واپس نہ کر سکے تو کیا کروں گی۔ اچانک مولوی صاحب تشریف لے آئے۔ میں نے ساری بات آپ کو بتادی۔ آپ نے رقم پوچھی اور چیک کاٹ دیا۔ ہفتے عشرے میں رقم واپس مل گئی اور میری عزت بھی رہ گئی۔

میرے بیٹے محمد مسعود خان کا نکاح اس کی خواہش پر مولوی صاحب نے پڑھایا۔ اسی دن شام کو ملنے چلے آئے، اور فرمایا: "میں دیکھنے آیا ہوں کہ نکاح میں نے پڑھایا تھا کہیں ٹوٹ نہ گیا ہو"! شادی کے لیے ہم نے بذریعہ ہوائی جہاز کراچی جانا تھا۔ نماز فجر کے بعد مولوی صاحب بھی تشریف لے آئے۔ میں نے کہا: "منہ اندھیرے تو آپ ایسے آئے ہیں، جیسے پلے رقم باندھ کر لائے ہوں"۔ فرمانے لگے "تم مانگ کر تو دیکھو"۔ ساتھ ہی کہا "مسعود کو اگر کینیڈا جانے کے لیے پیسوں کی ضرورت پڑی تو زمین بیچنے سے پہلے مجھ سے بات کر لینا"۔ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل اور آپ کی دعا سے کبھی ایسی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ مسعود کو کینیڈا جاتے وقت نصیحت کی "قرضہ وغیرہ لے کر پڑھ لینا۔ اگر چھوٹے موٹے کام سے پیسے کا چسکہ پڑ گیا تو پڑھ نہیں سکو گے"۔ اس بچے نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے مولوی صاحب کی اس نصیحت کو پلے باندھ لیا۔ کینیڈا اور امریکہ کی یونیورسٹیوں سے C.P.U اور چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ Chartered Accountant کی ڈگریاں حاصل کیں۔ الحمد للہ

جب جیدی کی امی شدید بیماری کے باعث ہسپتال میں داخل تھیں۔ میں حسبِ دستور ساتھ ٹھہری ہوئی تھی۔ کہ ڈاکٹر میاں مبشر احمد صاحب راؤنڈ پر آئے۔ میری طرف اشارہ کرکے مولوی صاحب سے پوچھنے لگے "آپ کی آپس میں کیا رشتہ داری ہے؟" مولوی صاحب کچھ سوچ میں پڑ گئے۔ ڈاکٹر صاحب دو بار "ہوں ہوں" کہہ کر مریضہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ مجھے تھوڑا سا بُرا لگا اور خفگی کا اظہار میرے چہرے سے ہو گیا۔ مولوی صاحب اگلے دن ہی ملنے چلے آئے، اس وقت میری بڑی سمدھن بھی موجود تھیں۔ مولوی صاحب ان کو مخاطب کرکے کہنے لگے: "رشتہ داری پکی کر لی ہے، پتہ کر لیا ہے نہ کہ رشیدہ کیسی ہے؟" انہوں نے جواب دیا: "جی بڑی اچھی ہیں"۔ مولوی صاحب نے کہا: "ہاں اچھی ہے ذرا غصے والی ہے"۔ اور ساتھ ہی ہسپتال والا سارا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا۔ کہ "میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ میں اس کا جیدہ کی سہیلی کے طور پر

تعارف کراؤں، میں سوچ ہی رہا تھا کہ بھانجی کہوں یا بھتیجی؟ اور یہ ناراض ہی ہو گئی"۔ اور پھر ایک کہانی سنائی: "دو دوستوں نے آپس میں ایک کچا دھاگہ پکڑ رکھا تھا، دھاگہ کبھی ٹوٹتا نہ تھا۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا: جب ایک طرف سے کھچاؤ بڑھتا ہے تو دوسرا ڈھیلا کر دیتا ہے۔ آج میں یہ کھچاؤ کم کرنے آیا ہوں"۔ مختلف وقتوں میں جب جیدی جاپان اور سویڈن چلی گئی تو بھی ہمارے روابط میں کوئی فرق نہ پڑا۔ اپنے پیارے والدین کی وفات کے بعد مولوی صاحب کو دعا کا کہہ کر مجھے بڑی تسلی ہو جایا کرتی تھی۔

مولوی صاحب نے امی جی کی وفات کے بعد جب اپنے بیٹے ڈاکٹر مبشر احمد سلیم کے پاس لندن میں منتقل ہو جانا تھا، تو ہم سرِ شام ہی آپ کو الوداع کہہ آئے۔ دل کے اندر ایک عجیب طرح کی اداسی تھی۔ اگلے دن صبح صبح جب میں اور شریف صاحب سیر کو نکل رہے تھے تو آپ تشریف لے آئے۔ میں نے کہا: مولوی صاحب! آپ نے بڑا ہی اچھا کیا، ہم اُداس ہو رہے تھے۔ مسکرا کر فرمانے لگے: "ابھی تو میں جب مروں گا تو تم کو پتہ چلے گا۔۔۔۔!" اور یہ ہماری آپ سے آخری ملاقات تھی۔

مولوی صاحب! میرا رحیم و کریم خدا آپ کو اپنی خوشنودی کی بے حساب جنتیں عطا فرمائے۔ اور جب آپ کو اپنے وعدے کے مطابق اذن فرمائے کہ اپنے سے کم درجے والوں کو اپنے قریب بلالیں۔ تو یاد رکھیے گا! کہ آپ کی معزز و مکرم بڑی بیٹی کی پکی سہیلی ابھی تک اس دوستی کے کچے دھاگے کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہے!!

یہ لوگ چمنستانِ مہدی موعود علیہ السلام کے ثمر اثمر تھے۔ اے میرے خالق اور رحیم خدا، ہم کمزوروں کو بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین ثم آمین۔

اسلام کفر کے سارے گناہ مٹا دیتا ہے

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مسلمان ہو جائے اس کے کفر کے سارے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ یہ ایک عام مشہور مسئلہ ہے اور احادیث سے بھی اس کا پتہ چلتا ہے۔ مگر اس مسئلہ میں کچھ ترمیم کی ضرورت ہے خواہ وہ ترمیم اصلاحی نہ ہو بلکہ تکمیل کی ہو۔ حدیثوں میں آتا ہے۔۔۔ کہ قیس ابن عاصم رسول کریم ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ میں نے کچھ لڑکیاں جاہلیت میں زندہ دفن کی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہر موؤدہ کے بدلہ میں ایک غلام آزاد کر دو۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! اِنِّیْ صَاحِبُ الْاِبِلِ میں تو صاحب الابل ہوں۔ غلام کہاں سے لاؤں۔ اونٹوں کے متعلق فرمائیں۔ تو ان کو نحر کرنے کے لیے تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا فَانْحَرْ عَنْ کُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ بُدْنَةً (ابن کثیر) کہ ہر ایک کے بدلہ میں ایک اونٹ قربان کر دو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے گناہ جو انسان کی فطرت پر بھاری ہوں باوجود ان کی بخشش کے اور باوجود اسلام نصیب ہو جانے اور توبہ قبول ہو جانے کے پھر بھی اگر انسان کفارہ ادا کرتا رہے تو تکمیل روحانیت کے لیے یہ بات بہت مفید ہوتی ہے۔ (تفسیر کبیر۔ جلد ہشتم سورۃ التکویر صفحہ ۲۲۲)

(فرموداتِ مصلح موعود رضی اللہ عنہ، درباره فقہی مسائل صفحہ ۱۴)

میری پیاری بہن محترمہ امۃ الحمید ظافر صاحبہ

اہلیہ محترم عبدالسلام ظافر صاحب سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ یوکے

امۃ الباری ناصر

میری بہن محترمہ امتہ الحمید ظافر صاحبہ' حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ ہرسیاں والے کی پوتی، حضرت حکیم اللہ بخش صاحبؓ مدرس دربان ڈیوڑھی حضرت اماں جانؓ کی نواسی، مکرم میاں عبدالرحیم صاحب دیانت درویش قادیان اور مکرمہ آمنہ بیگم صاحبہ کی بیٹی اور مکرم مولانا عبدالباسط صاحب شاہد (یوکے) کی چھوٹی بہن تھیں۔

امتہ الحمید صاحبہ قادیان دارالامان میں ۱۴؍فروری ۱۹۳۹ء کو پیدا ہوئیں۔ تقسیم برصغیر کے بعد اباجان قادیان میں درویش ہوگئے تو امی جان بچوں کو لے کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے زیر انتظام پہلے لاہور اور پھر ربوہ آگئیں بچوں نے قادیان اور ربوہ میں تعلیم پائی۔ اباجان اور امی جان (غفرلھم) نے بہت قربانیاں کرکے سب بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلائی۔ بچوں کو خلافت سے وابستگی، سادگی' قناعت' صبر و شکر اور سلیقہ سکھایا۔

امۃ الحمید صاحبہ نے ناصرات سے جماعت کے کاموں میں حصہ لینا شروع کیا۔ ذہین اور محنتی تھیں سکول کالج میں بھی نصابی و غیر نصابی سرگرمیوں میں نمایاں رہیں آپ کو تقریر کرنے کا خاص ملکہ تھا بڑے مؤثر انداز میں مافی الضمیر بیان کرتیں۔ متعدد انعامات لیے۔ لجنہ کی کچھ خدمات جو تاریخ نے محفوظ کی ہیں مختصراً درج ہیں:

پہلا انعام آپ نے ناصرات الاحمدیہ کی بہترین گروپ لیڈر کا حضرت اماں جانؓ کے دستِ مبارک سے وصول کیا۔

۱۹۵۱ء میں ناصرات الاحمدیہ کے امتحان میں آپ سو فیصد نمبر لے کر اوّل آئیں۔ (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد دوم ص ۲۳۱)

میٹرک کے امتحان کے بعد ۱۹۵۵ء کی تعلیم القرآن کلاس میں حصہ لیا اور اوّل رہیں۔ (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد دوم ص ۳۹۹)

اسی سال بحیثیت نگران ناصرات الاحمدیہ دارالرحمت وسطی حسنِ کارکردگی کے انعام کی حق دار ٹھہریں۔ (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد دوم ص ۵۴۹)

۱۹۵۶ء میں تعلیم القرآن کلاس کو پڑھانے کی سعادت پائی۔ (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد دوم ص ۴۲۹)

۱۹۵۶ء میں لجنہ اماء اللہ کے پہلے سالانہ اجتماع کے موقع پر حدیث و فقہ کے مسائل کے مقابلہ میں اوّل قرار دی گئیں۔ (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد دوم ص ۴۳۷)

اسی سال کتاب 'اسلام میں اختلافات کا آغاز' کے امتحان میں اوّل آئیں۔ (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد دوم ص ۴۶۲)

۱۹۵۷ء میں عہدے داران کی فہرست میں سیکرٹری ناصرات الاحمدیہ مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ کے ساتھ نائبہ امۃ الحمید درج ہے۔

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد دوم ص ۴۶۶)

اسی سال سالانہ اجتماع کے معیارِ اوّل کے تحریری امتحان میں سوم آئیں۔ (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد دوم ۴۸۶)

۱۹۵۹ء میں لجنہ کے اجتماع کی رپورٹنگ کا موقع ملا۔ (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد سوم ص ۳۰)

اس سال بطور نائبہ سیکرٹری ناصرات الاحمدیہ کام کیا۔ (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد دوم ۱۸۷)

۱۹۵۹ء میں جامعہ نصرت ربوہ سے بی اے کا امتحان اچھے نمبروں سے پاس کیا پنجاب یونیورسٹی لاہور میں عربی میں اوّل آئیں اور گولڈ میڈل کی حقدار قرار دی گئیں اسی سال لاہور میں کانووکیشن میں 'کے بی چودھری محمد حسین گولڈ میڈل' وصول کیا (الفضل ۲۴؍دسمبر ۱۹۵۹ء) اس سال فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کو اعزازی ڈگری بھی دی جانی تھی اس لیے اہتمام اور حاضری بہت زیادہ تھی جب میڈل کے لئے امۃ الحمید بنت عبدالرحیم صاحب درویش کا نام پکارا گیا تو آپ برقع میں سٹیج پر گئیں اور جب وائس چانسلر نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تو آپ نے معذرت کی۔ اخباری رپورٹرز نے بہت

تصاویر بنائیں جو اگلے دن اخباروں میں اس کیپشن کے ساتھ شائع ہوئیں کہ ایک طالبہ نے مکمل اسلامی پردے میں میڈل وصول کیا اور مصافحہ نہیں کیا۔ اس پروگرام پر رواں تبصرہ بھی ہو رہا تھا اس طرح ربوہ کی احمدی بچی کی کامیابی کی خبر سب نے سنی۔ اور ہماری اُمّی جان نے بھی یہ خبر گھر میں سنی اور اللہ پاک کا شکر ادا کیا۔ ان دنوں ربوہ میں بجلی نہ تھی پڑھائی رات کو لالٹین کی روشنی اور دن کو شدید گرمی میں کرنی ہوتی ہر حال میں اللہ پاک اپنے متوکل بندوں کی مدد فرماتا ہے۔۔

بچی کی شادی کا مرحلہ آیا تو حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت کے مطابق کہ اچھا رشتہ آئے تو تعلیم کی اونچ نیچ نہ دیکھیں۔

اس گولڈ میڈلسٹ بیٹی کی شادی ۱۹۶۰ء میں ایک مولوی فاضل ایف اے پاس شریف الطبع لڑکے عبد السلام ظافر صاحب سے کر دی۔ جو اس وقت (منٹگمری) ساہیوال میں سکول ٹیچر تھے۔ آپ نے صبر و شکر سے گزارا کیا۔ میاں کو پڑھنے میں سہولت دی خود بھی ملازمت کی اللہ پاک نے اس قربانی کو اس طرح قبول فرمایا کہ وہ ایف اے پاس سکول ماسٹر ایم اے۔ ایم او ایل کی ڈگریوں کے ساتھ کئی طرح سے جماعت کی خدمت کرتے ہوئے پرنسپل جامعہ احمدیہ یوکے کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے اور ادبی حلقوں میں بطور شاعر خوش نوا متعارف ہیں۔

ساہیوال میں ملازمت کے دوران قریبی شہر اوکاڑہ سے احمدیہ سکول کے منیجر اور صدر صاحب جماعت نے فرمائش کی کہ ان کے سکول کا چارج امۃ الحمید صاحبہ بحیثیت ہیڈ مسٹریس لے لیں چنانچہ آپ اوکاڑہ منتقل ہو گئے۔ اللہ پاک کی مدد ساتھ تھی سکول بڑی عمدگی سے چلا کر ترقی کے راستوں پر ڈالا۔ یہاں لجنہ کی خدمت کا خوب موقع ملا اپوا کے پروگراموں میں شرکت کرتیں آپ کی سیرۃ النبی ﷺ کے جلسوں میں تقاریر بہت پسند کی جاتیں۔۔ قرآن کریم پڑھنا پڑھانا محبوب مشغلہ تھا۔

۱۹۷۰ء میں ظافر صاحب کو جماعت کے سکول میں پڑھانے کے لیے سیرالیون بھجوایا گیا جہاں ۶/ اپریل ۱۹۷۱ء کو بیوی بچے بھی آ گئے۔

سیرالیون میں کئی شہروں میں بطور پرنسپل متعین رہے وہاں امۃ الحمید صاحبہ کو بھی سکول میں پڑھانے۔ لجنہ کے کام کرنے اور تبلیغ کرنے کے خوب مواقع ملے۔ اجنبی جگہ پر بنیادی سہولتوں کے بغیر رہنا بہت مشکل ہوتا ہے مگر بفضلِ الٰہی ان کا صبر اور برداشت ہر ماحول میں جگہ بنا لینے کا سلیقہ کام آیا نہ صرف گزارا کیا بلکہ سلیقے اور خوبصورتی سے بشاشت کے ساتھ ماحول کو خوشگوار بنا کر رہیں۔ برقع پہن کر پڑھانا اور اس سے بڑھ کر وہاں کے بچوں اور عورتوں کی تربیت کرنا بغیر محنت شاقہ کے نہیں ہو سکتا۔ آپ کئی قسم کے ہنر جانتی تھیں لذیذ کھانا کم خرچ میں تیار کرنا اور کم وقت میں کئی قسم کے کھانے تیار کر لینا جانتی تھیں پیش کرنے کا سلیقہ مہمانوں کو گرویدہ بنالیتا۔ سیرالیون کے قیام کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمۃ اللہ کے مبارک دورہ میں میزبانی کا شرف بھی حاصل ہوا۔

۲۰۰۵ء میں ظافر صاحب جامعہ احمدیہ یوکے کے ٹیچر اور ۲۰۰۶ء میں پرنسپل مقرر ہوئے رہائش جامعہ کے اندر ہی تھی یہاں امۃ الحمید صاحبہ طلبا کو ماں کا سا پیار اور توجہ دیتیں طلبا آپ سے بہت مانوس ہو گئے اور گھر کا سا ماحول بن گیا۔ طلبا آپ کو نانی اماں کہتے اور تعظیم دیتے۔

۲۰۱۰ء میں عمرہ اور ۲۰۱۲ء میں حج بیت اللہ کی سعادت ملی۔

آپ جہاں رہیں ایک مبلغ کا کام کرتی رہیں۔ ظافر صاحب کی قابل اعتماد ساتھی تھیں اپنی قابلیت سے ان کے کام کو آسان بنا دیتیں بلکہ اپنی جودت طبع سے کام کی نئی راہیں نکالتیں۔ میاں بیوی کی ہم مزاجی اور ہم آہنگی سے قوت کار میں اضافہ ہوتا اور کام میں شگفتگی رہتی۔ اس کا لوگوں پر اچھا اثر پڑتا۔ ہماری بہن اپنے سسرالی خاندان میں بہت مقبول تھیں۔ تحمل اور خوش اخلاقی سے چھوٹے بڑوں کا دل جیت لیتیں معاملات کو دعا کر کے خوش اسلوبی سے سلجھا لیتیں۔ جہاں بھی رہیں حسنِ اخلاق کی خوشبو سے گرد و پیش کو معطر کیا۔

کچھ برسوں سے برمنگھم میں مقیم تھیں۔ یہاں بھی دور نزدیک کی عیسائی سکھ ہندو عورتیں اخلاق سے گرویدہ ہو کر ان کو اپنا سمجھتیں ان کے تہواروں پہ تحفے دینا چرچ میں جاکے تبلیغ کرنا دکھ سکھ میں شامل ہونا۔ ان کی ضرورتوں میں کام آنا خوشی غمی میں ساتھ دینا۔ اور ساتھ ساتھ اپنے کردار سے یہ پیغام دینا کہ ہم جس کو مانتے ہیں اس نے ہمیں یہ طریق سکھائے ہیں ان کی کیاری میں لگی ہوئی سبزیاں بھی تبلیغ میں ان کے ساتھ شامل تھیں کسی کو تازہ سبزی کا تحفہ دے کر کوئی نیک مشورہ دینا۔ کوئی بھلی بات بتا دینا ان کا مشغلہ تھا۔

آخری بیماری۔۔۔ کچھ عرصہ سے بعارضہ کینسر بیمار تھیں۔ اللہ پاک نے بہت مضبوط قوت ارادی عطا فرمائی ہوئی تھی اپنے سب کام خود کرنا پسند

کرتی تھیں بجائے گھبرانے کے دوسروں کو حوصلہ دیتی تھیں۔ ۱۵؍ستمبر ۲۰۱۹ء کو حسب معمول اپنے کام کئے اور دن کے قریباً تین بجے غسل کر کے سبز لباس پہنا اور باہر آکر کہا کہ میری امی جان نے بھی اپنی وفات کے دن سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ چند قدم چل کر اس صوفے پر بیٹھیں جہاں ظافر صاحب بیٹھے ہوئے تھے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا پیچھے ٹیک لگائی آنکھیں بند کیں اور کچھ گہرے سانس لئے اور اپنی جان سب سے پیارے بلانے والے کے سپرد کر دی۔ اناللہ واناالیہ راجعون۔

اُسے خدا سے پیار تھا اُسی کی پھر وہ ہوگئی
وہ ہاتھ میرا تھام کر بڑے سکوں سے سوگئی
(مبارک صدیقی)

ہسپتال والوں نے اپنی کوششیں اور ضروری کارروائی کے بعد آٹھ بجے بتادیا کہ وہ وفات پاچکی ہیں اناللہ واناالیہ راجعون۔۔۔۔ ۲۰؍ستمبر کو برمنگھم کی مسجد دار البرکات میں مکرم عبد الغفار طاہر صاحب مربی سلسلہ نے نماز جمعہ کے بعد نماز جنازہ پڑھائی جس میں کثیر تعداد میں احباب شامل ہوئے اور لواحقین سے تعزیت کی

۲۱؍ستمبر کو مسجد مبارک (یوکے) میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت قبل از نماز ظہر نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔ ظافر صاحب اور لواحقین سے ملاقات میں انہیں تسلی دی اور مرحومہ کو دعائیں دیں۔۔

مرحومہ موصیہ تھیں اور ان کی خواہش بھی تھی کہ ربوہ میں تدفین ہو۔ لہٰذا لندن سے جنازہ ربوہ لے جایا گیا۔ ۲۳؍ستمبر کو بعد از نماز ظہر مکرم مولانا حافظ مظفر احمد صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین بہشتی مقبرہ دارالفضل میں ہوئی۔ جنازہ لے جانے کی خدمت مرحومہ کی بہو مکرمہ فرخندہ مبارکہ حامد صاحبہ اور ایک پوتے عزیزم جلیس احمد کے حصے میں آئی۔ آپ کی بہو کو زندگی میں بھی اور رحلت کے بعد بھی لاجواب خدمت کی توفیق ملی۔ ان کے علاوہ بھی جن کی وجہ سے ان کو آرام ملا سب کے لئے دعا کی درخواست ہے خاص طور پر آپ کے شوہر کے لئے دعا کی درخواست ہے ماشاء اللہ ساٹھ سال کی رفاقت کے بعد جدائی کے صدمے پر صبر جمیل کا نمونہ دکھانا صرف اللہ پاک کی مدد سے ممکن ہوا۔ اللہ پاک حامی وناصر ہو یہاں ظافر صاحب کی کتاب شمع فروزاں کے انتساب کا فقرہ لکھتی ہوں جو میری بہن کے لئے ایک اعزاز ہے۔ آپ نے لکھا

”خاکسار اپنے اس مجموعہ کلام کو اپنی رفیقہء حیات محترمہ امۃ الحمید صاحبہ کے نام کرتا ہے جنہوں نے عسر و یسر اور نشیب و فراز میں میرا ساتھ دیا جزاکم اللہ خیرا“

فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزا۔

مرحومہ نے شوہر کے علاوہ دو بیٹے مکرم رشید احمد خالد (امریکہ) اور مکرم نفیس احمد حامد (برمنگھم) اور دو بیٹیاں محمودہ روحی اہلیہ مکرم اظہر اقبال سیفی صاحب اور منصورہ سبوحی (برمنگھم) اہلیہ مکرم ناصر سعود صاحب اور اگلی نسل کے دس بچے اپنی یادگار چھوڑے ہیں

بہن بھائیوں میں مکرمہ امۃ اللطیف خورشید صاحبہ (ٹورانٹو) مکرم مولانا عبد الباسط صاحب شاہد (یوکے)، مکرمہ امۃ الرشید صاحبہ اہلیہ مکرم محمد صادق صاحب (آٹوا) خاکسار اور مجھ سے چھوٹے مکرمہ امۃ الشکور ارشد (آٹوا) اور مکرم عبد السلام طاہر (ٹورانٹو)، سوگوار چھوڑے ہیں۔

اہم اعلان

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۰۲۰ء میں جماعتِ احمدیہ امریکہ کو قائم ہوئے سو سال مکمل ہو رہے ہیں، الحمدللہ علیٰ ذالک۔ اللہ تعالیٰ جماعتِ احمدیہ مسلمہ عالمگیر کو خلافت کے بابرکت سایے میں ہمیشہ قائم و دائم رکھے اور ہم نسلاً بعد نسلٍ پہلے سے بڑھ کر اس کی برکات سے فیضیاب ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرتے رہیں۔ (آمین)۔ اس عظیم نعمت کے اظہارِ تشکر کے طور پر ادارہ مجلّہ 'النور یو ایس اے' جماعت احمدیہ امریکہ کا قیام، اس سے متعلق پیشگوئیاں، ارشادات، فیوض و برکات، تاریخ اور جماعتی مساعی جیسے اہم عناوین پر مشتمل ایک خصوصی شمارہ شائع کر رہا ہے۔ احبابِ جماعت سے درخواست ہے کہ اس شمارے میں اشاعت کی غرض سے اپنے مضامین اور منظوم کلام بھجوا کر ممنون فرمائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزا۔ ادارہ النور، یو ایس اے

Al-Nur@ahmadiyya.us

Editor Al-Nur, 15000 Good Hope Road, Silver Spring, MD 20905